صبر و تقویٰ کی زندگی

سورۂ یوسف کی روشنی میں

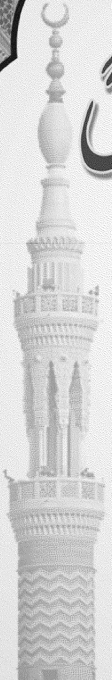

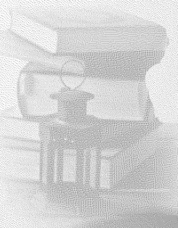

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

صبر وتقوی کی زندگی

سورۂ یوسف کی روشنی میں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مرتب

محمد ارمغان بدایونی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

ربیع الاول ۱۴۳۹ھ - دسمبر ۲۰۱۷ء

سید احمد شہیدؒ اکیڈمی

دار عرفات تکیہ کلاں رائے بریلی

نام کتاب : صبر وتقویٰ کی زندگی-سورۂ یوسف کی روشنی میں

مؤلف : حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ العالی

ترتیب : محمد ارمغان بدایونی ندوی

صفحات : ۷۲

قیمت : Rs. 60/-

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب، ندوہ روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ اسلام، گوائن روڈ، لکھنؤ

باہتمام: محمد نفیس خاں ندویؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

عرض ناشر ۷

صبر وتقوی کا پیکر مثالی

گذشتہ انبیاء کے واقعات میں امت محمدی کی رہنمائی ۱۰
کلام قرآنی کی خوبی ۱۱
ذریت ابراہیم علیہ السلام ۱۳
سورۂ یوسف کا پیغام ۱۴
دنیا امتحان کا گھر ۱۵
خانوادۂ یعقوب علیہ السلام ۱۸
بھائیوں کا حسد ۱۹
بھائیوں کی غداری ۲۲
مصر کے بازار میں ۲۳
غلام اور نوکر ۲۵
قصر شاہی میں ۲۵
ایک سخت آزمائش ۲۶

غلام اور فتی کا فرق ۳۰
شاہی تقریب سے قید خانہ تک ۳۱
مصر کے پانی کی خاصیت ۳۲
آزمائشی مراحل کا مقصد ۳۲
خوابوں کی تعبیر اور دعوت توحید ۳۴
قید خانہ سے دربارِ شاہی تک ۳۸
صالحین کا شعار ۴۳
بادشاہ کا فیصلہ ۴۴
انعامات الٰہیہ کی بنیاد ۴۵
بھائیوں کے ساتھ سلوک ۴۶
بنیامین کا قصہ ۴۹
احتیاطی تدبیر ۵۰
بھائی بنیامین پر الزام کی حقیقت ۵۲
صلہ رحمی کی اعلیٰ مثال ۵۸
انبیاء کے خواب اور دعا کی تاثیر ۶۲
بنی اسرائیل کی تاریخ ۶۲
کلام الٰہی میں نفسیاتی پہلوؤں پر توجہ ۶۳
شخصیات و قوموں کے تذکرے کا مقصد ۶۵
درس عبرت ۶۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کی مشابہت ۶۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

عم مخدوم و معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے جو حکمت و بصیرت اور فہم و دانائی عطا فرمائی ہے، وہ انہیں کا خاصہ ہے، والد ماجد مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے ان کو صائب الرائے بنایا ہے، مشورہ کرنا ہو تو ان سے کرو، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی طویل صحبت و رفاقت نے حضرت والا کا عکس جمیل ان میں پیدا کیا اور حضرت کی وفات کے بعد جس طرح انہوں نے حضرت کے کاموں کو سنبھالا اور ہر میدان میں جانشینی کا فریضہ انجام دیا، اس کو ہر خاص و عام جانتا ہے، دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں، رائے بریلی میں رمضان کا قیام اور درس قرآن کا سلسلہ اسی کا ایک حصہ ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ کے درس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بہت عام فہم اور مؤثر ہے، اور درمیان میں ایسے تفسیری نکات بھی اس میں آجاتے ہیں جو بعض مرتبہ بڑی بڑی کتابوں میں نظر نہیں آتے، یہی اسلوب عام طور پر مولانا کی تحریروں میں بھی ہوتا ہے، ہر خاص و عام کے لیے اس میں غذا ہوتی ہے اور استفادہ بھی آسان، سیرت پر حضرت کی کتاب ''رہبر انسانیت'' کے نام سے ایسی مقبول ہوئی کہ متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے اور مختصر مدت میں دسیوں ایڈیشن شائع ہوئے۔

شروع ہی سے یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ حضرت کے دروس کو قلمبند کیا

جائے، تاکہ عمومی طور پر اس سے استفادہ ممکن ہو، اللہ جزائے خیر دے ہمارے عزیز مولوی محمد ارمغان بدایونی ندوی سلمہ اللہ کو کہ انہوں نے اس کا بیڑا اٹھایا، اس سے پہلے وہ برادر مخدوم و معظم حضرت مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے دروس حدیث بھی قلمبند کر چکے تھے اور مولانا رحمہ اللہ کی تقریریں بھی ان ہی کی کوششوں سے منظر عام پر آئی تھیں، اب عزیز موصوف نے حضرت کے دروس کو قلمبند کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، اس سلسلہ کی دو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، پہلی کتاب ''اسلامی معاشرہ-سورۂ حجرات کی روشنی میں''، دوسری کتاب ''احتساب زندگی-سورۂ انبیاء کی روشنی میں'' اور اب یہ تیسری کتاب ''صبر و تقوی کی زندگی-سورۂ یوسف کی روشنی میں'' ناظرین کے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو بھی قبول عام عطا فرمائے اور حضرت والا کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ مزید برکت عطا فرمائے اور ان کے فیض کو عام فرمائے، میں عزیز القدر مولوی محمد ارمغان سلمہ کے لیے بھی دعا گو ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور توفیق مزید سے نوازے۔ آمین.

بلال عبد الحی حسنی ندوی
مرکز الامام أبی الحسن الندوی، رائے بریلی

۱۴/ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ
۴/ دسمبر ۲۰۱۷ء

صبر و تقویٰ کی زندگی

سورۂ یوسف کی روشنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبر وتقویٰ کا پیکر مثالی

گذشتہ انبیاء کے واقعات میں امت محمدی کی رہنمائی

اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے، جو سب سے اعلیٰ و برتر اور سب کا خالق و مالک اور اس کائنات ارضی وسماوی اور اس کے سب موجودات کو صرف بنانے والا ہی نہیں، بلکہ ان کی افادیت وخصوصیت کو بھی ان کے اول مرحلہ سے قبل طے کردینے والا ہے، اور جو بھی بنایا ہے اس کو بامقصد بنایا ہے، تفریحاً یا بے مقصد نہیں بنایا، البتہ اس دنیا میں اس نے نظام کو اسباب سے جوڑا ہے اور زمینی نظام میں ہر کام کو ذریعہ کے نظام کے تحت رکھا ہے، مگر اس نظام میں بھی وہ جب کوئی چیز مناسب سمجھتا ہے تو بسا اوقات بلا کسی ذریعہ کے بھی کردیتا ہے، مثلاً: انبیاء علیہم السلام سے خرق عادت جو واقعات پیش آئے، ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے، اس لیے ان کے وہ معاملات جو بغیر کسی ذریعہ کے ہوئے ان کو اصطلاح میں ''معجزہ'' کہا جاتا ہے، اور وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے طرف سے مانے جائیں گے اور یہ تسلیم کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ذریعہ کے نظام میں بغیر ذریعہ کے کسی کام کو کرنے پر پوری طرح قادر مطلق ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، اور نبیوں کو بھی ذریعہ سے کام لینا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمینی نظام میں انسانوں کو دوسری مخلوقات سے ممتاز رکھا ہے

اورانسانوں میں جو صلاحیتیں بطور خاص رکھی ہیں، وہ حصول علم اور عقلی صلاحیت زیادہ رکھی ہیں، جو دل کی کیفیات میں کام کرتی ہیں، یہ صلاحیتیں نہایت کمال کی رکھی ہیں، اوراسی بناء پر سب سے مشکل کام ان کے ذمہ رکھا ہے، اس طرح نبی کو مستقل ان حالات سے گذارا جاتا ہے جو بڑے دشوار ہوتے ہیں، اوران سے وہی زیادہ اچھے طریقہ سے گذر سکتا ہے جو ایمان ویقین، تقوی اور صبر واستقامت کے اعلی معیار پر ہو، اس میں انسانی مخلوق میں انبیاء سب سے اونچے مقام پر ہوتے ہیں، اوران حالات سے کامیابی سے گذرنے کے باوجود وہ اپنا کمال نہیں سمجھتے، بلکہ اللہ کا فضل جانتے ہیں اوراس کی توفیق اور تائید ونصرت سمجھتے ہیں، جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے خود فرمایا:

﴿وَمَا أُبَرِّءُ نَفْسِیْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیَ إِنَّ رَبِّیْ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ﴾ (یوسف: ۵۲)

(اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا، نفس تو برائی ہی سکھاتا ہے، ہاں میرے رب کی جو مہربانی ہوجائے بیشک میرا رب بڑی بخشش فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے)

کلام قرآنی کی خوبی

کلام کے ذریعہ کسی کو مخاطب کرنا یا اظہار خیال کرنا انسانی زندگی کی اہم اور بڑی ضرورت ہے، اس کے ذریعہ ایک دوسرے کے احساسات اورضروریات کا اظہار ہوتا ہے، اور زندگی کے تقاضوں کے حصول میں مدد ملتی ہے اوراس کے ذریعہ انسانی تاریخ میں بڑے تقاضے پورے ہوتے ہیں، لیکن اس کے مفید اور کارگر استعمال کے لیے انسان کی ذوقی ووجدانی صلاحیت درکار ہوتی ہے اوروہ ہر انسان میں یکساں نہیں ہوتی، وہ جتنی ہوتی ہے اس لحاظ سے وہ مفید ومؤثر ہوتی ہے، اس کے ذریعہ ہی ایک مخاطبت کرنے والا اپنے مخاطب کی ذوقی ووجدانی صلاحیت کا لحاظ کرتے ہوئے بات

ادا کرتا ہے، جو عموماً اپنے محدود دائرہ ہی میں کام کرتی ہے اور اثر ڈالتی ہے۔

لیکن کلام و مخاطبت خالق انس و جن کی طرف سے ہو جو اپنی مخلوقات کی ہر صلاحیت کا پیدا کرنے اور بنانے والا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کی تاثیر کتنی وسیع اور گہری ہوگی، اس کا اندازہ بخوبی اس کے کلام قرآنی سے کیا جاسکتا ہے، جس میں گہرائی اور تنوع دونوں پائے جاتے ہیں، کلام قرآنی کے مخاطبین متنوع افراد ہیں، ان میں مؤمن مخلص بھی ہیں، منافقت اور دکھاوے کے افراد بھی ہیں، کافر مشرک بھی ہیں، کافر اہل کتاب بھی ہیں اور اس میں اس وقت کے لوگ بھی ہیں، اور قرآن کے محفوظ اور دائم کلام ہونے کی بناء پر آئندہ آنے والے مخاطبین بھی ہیں، قرآن مجید میں ان سب کا لحاظ رکھا گیا ہے اور جگہ جگہ ایسا بھی ہے کہ ایک ہی سیاق وسباق میں متعدد اصناف کو مخاطب کیا گیا ہے اور عبارت کی سلاست پر کوئی اثر نہیں پڑا اور اسی طرح واقعہ بیانی میں تفصیل و اختصار دونوں کے ہوتے ہوئے کلام کی خوبی اور تاثیر متاثر نہیں ہوئی، بلکہ وہ برمحل اور بھلی معلوم ہوئی، مثلاً: سورۂ مرسلات کی آخری آیات دیکھئے اور سورۂ عادیات دیکھئے، کلام کی تاثیر کو عموماً یہ سمجھا گیا تھا کہ شعری قالب میں اس کے وزن وقافیہ کی درجہ بندی سے پسندیدگی مزید بڑھ جاتی ہے، قرآن مجید میں عبارت کی سلاست اور روانی وقوافی کے بجائے فواصل سے ایسا کام لیا گیا ہے کہ اس وقت کے بعض شعراء نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا کہ قرآنی کلام کے ہوتے ہوئے اب شاعری میں کیا اثر انگیزی باقی رہی۔

قرآن مجید نے مختلف انبیاء اور رسولوں کے احوال اور ان کی قوموں کی طرف سے تکذیب اور ستائے جانے کے واقعات اور پھر اپنی قوم کے ان لوگوں کی تربیت و رہنمائی کے واقعات ذکر کیے ہیں، جنہوں نے ان کا ساتھ دیا تھا، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام کا اور ان کی قوموں کا تذکرہ الگ الگ نصیحت کے انداز سے بیان کیا گیا ہے، البتہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کے حالات اور حضرت یوسف علیہ

السلام کے قصہ میں خاص طور پر اس امت کے لیے بڑی رہنمائی کا سامان ہے، جس امت کو قیامت تک کے لیے رہنما طے فرمایا گیا، جو سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور خاتم النبیین کی امت ہے کہ اس امت پر یہ ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے کہ اسے اپنے نبی ورسول سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور مشن کو آگے بڑھانا ہے، اور اس کے سایہ میں پوری انسانیت کو لانے کا کام کرنا ہے۔

ذریت ابراہیم علیہ السلام

خاص طور سے سیدنا خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے حالات اور واقعات کا ذکر ہے، جن کی ذریت میں اللہ تعالیٰ نے مسلسل انبیاء اور رسل بھیجے، اور ان کے بیٹوں حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد بھی دونسلوں تک نبوت کا سلسلہ حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام اور حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام تک جاری رہا اور بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں نبوت کا سلسلہ جاری رہا، اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں پیدا ہوئے، اور یہ سب کے سب ابراہیمی ملت میں رہے، حضرت ابراہیم کے ذریعہ اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر توحید و فدائیت کے وہ نمونے سامنے آئے جو ان کی اعلیٰ مثال بنے، یہ نمونے قرآن مجید میں ذکر ہوئے ہیں، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت بنایا، اور انسانوں کے بہتر مخلوق بننے کے لیے جن اخلاق وصفات کی ضرورت ہے، اس کے لیے انبیاء کی زندگی کے حالات کو بطور مثال بیان فرمایا، جن کی زندگیاں اعلیٰ اخلاق و کردار پر مشتمل رہی ہیں، جو انسان کے اشرف المخلوقات بننے کے لیے اعلیٰ نمونہ ہیں، اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات زندگی سے گذارا جن سے ان کو اعلیٰ نمونہ بننے میں پوری مدد ملی۔

یہ نمونے مختلف انبیاء کے حالات سے پیش کیے گئے ہیں، ان ہی میں خاص طور پر حضرت یوسف وحضرت موسیٰ ہیں جو اپنے بڑے دادا حضرت ابراہیم سے تقریباً

www.abulhasanalinadwi.org

ڈیڑھ سو سال بعد ہوئے، اور ان کے ذریعہ حضرت یعقوب کی اولاد جو بنی اسرائیل کہلائی مصر میں آکر آباد ہوئی، اور شروع میں اس کو وہاں بڑی عزت ملی، پھر بتدریج غیر ملکی اور اقلیت میں ہونے کے سبب ظلم اور زیادتی کے حالات میں بڑی دشواریاں ہوئیں، پھر چار سو سال بعد اس کو وہاں کے حاکموں کے ظلم سے نکالنے اور صحیح ایمان و عمل صالح اختیار کرنے کے لیے حضرت موسی مبعوث کیے گئے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت یوسف کے قصوں سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ دنیاوی اسباب اللہ تعالیٰ ہی کے بنائے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ بھی اختیار کیے جائیں، البتہ ان قصوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ رجوع الی اللہ، انابت، دعا اور برابر اللہ سے فضل مانگنا بھی ضروری ہے، اور اس کے لیے صبر و تقوی ان دو بڑی صفات کا پایا جانا ضروری ہے جو اللہ کے تقرب کا بڑا ذریعہ بنتی ہیں۔

بطور نمونہ حضرت یوسف کے قصہ کو لے لیجئے، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت کے لیے منتخب فرمایا، تو ان کو ایمان و عمل کے امتحانی حالات سے گذارا، یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ شروع دن سے ایسا معاملہ ہوا جن کے ذریعہ وہ مضبوط صبر و ایمان کی حامل شخصیت بن کر پیش آئے، حضرت یوسف علیہ السلام کے امتحانات کا دور شروع ہونے پر سب سے پہلے ان کا یہ امتحان ہوا کہ ان کو ان کے محبوب والد سے دور کر دیا گیا، بھائیوں کا حسد ملا، والد کی شفقتوں سے محرومی ہوئی، تمام تر وہ یکسوئی جو ایک نوعمر کو میسر ہوتی ہے وہ سب کچھ مفقود ہوگئی، کنوئیں میں ڈالا گیا، غلام بنایا گیا، عزیز مصر کے یہاں بے بنیاد الزام لگایا گیا، برسہا برس جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑا، جس سے ان کا دل مزید ٹوٹا، مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت یوسف نے ہمت نہ ہاری، ان کا حوصلہ پست نہ ہوا، بلکہ ان تمام مراحل کو یہ سمجھا کہ یہ ایک امتحان کا دور ہے، جس کے بعد اللہ تعالیٰ رفعتیں عطا فرمائے گا۔

سورۂ یوسف کا پیغام

تمام آزمائشوں میں پورا اترنے کے بعد ایک مرحلہ وہ آیا جس میں حضرت یوسف

www.abulhasanalinadwi.org

علیہ السلام ترقی کی منازل سے ہم کنار ہوئے، آئندہ صفحات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مکمل قصہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوگا کہ اگر آج بھی کوئی شخص ہمت سے کام لے، مصائب سے نہ گھبرائے، میدان عمل میں اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور بالضرور رفعتیں نصیب ہوں گی، یہ الگ بات ہے کہ نبوت حاصل نہیں ہوسکتی، البتہ اس کے علاوہ جو بھی بلندیاں ممکن ہوسکتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حصول میں ایسے شخص کے لیے کوئی بعید نہیں، سورۂ یوسف کا یہی پیغام ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی زندگی کو اس طرح سنوارے، اخلاقی اعتبار سے، عبادات کے لحاظ سے، معاملات کے اعتبار سے کہ اس کی شخصیت پورے سماج میں خود بخود نمایاں ہوجائے، لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں، قرآن مجید میں اس راز کو حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی اشارۃً ذکر بھی کردیا گیا ہے کہ؛

﴿إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيِصْبِرْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾

یعنی جو بھی اللہ سے ڈرے گا (اور اپنے عمل میں احتیاط ولحاظ) رکھے گا اور صبر سے کام لے گا تو اس کا یہ عمل ضائع نہیں جاسکتا، معلوم ہوا انسان کے عنداللہ سرخرو ہونے کے لیے یہ دو قیمتی نسخے ہیں؛ پہلا یہ کہ وہ تقوی وصبر والا ہوجائے، اور دوسرا یہ کہ وہ مشکلات پر صبر سے کام لے، ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کا لحاظ رکھے، خود غرضی، ایذاء رسانی، بداخلاقی سے دور رہے، شریفانہ وسنجیدہ زندگی گذارنے والا بنے، خواہ اس کی زندگی میں کیسی ہی مشکلات کیوں نہ آجائیں، مگر وہ شاکی نہ ہو، ہنگامہ نہ کرے، بلکہ یہ تصور کرے کہ یہ چیز اللہ کی طرف سے بطور امتحان ہے، لہٰذا اس پر صبر کرنا ضروری ہے۔

دنیا امتحان کا گھر

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو انسانوں کے لیے امتحان کی جگہ بنایا ہے، اس کو اس دنیاوی زندگی میں اپنے پروردگار کے مقرر کردہ مقصد کے تحت زندگی گزارنے پر آخرت میں بڑے انعام اور ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، ایک مؤمن کے لیے تمام کاموں

کی انجام دہی میں اپنے رب کی رضا مندی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جو کام بھی کیا جائے گا اس میں مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات اور مقصد رضائے الٰہی ہو، اور جذبہ اعلاء کلمۃ اللہ، اور اس کے احکام و تعلیمات کی تنفیذ اور اس کی دعوت و تبلیغ اور اس کی شریعت کی ترویج اور فروغ ہو، یہ طریقہ انبیاء کا رہا ہے، اور اس طرح سے اس طریقہ پر آنا آسان ہوتا ہے، جس کی دعا کرائی گئی ہے:

"اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین أنعمت علیھم"

(اے پروردگار!) ہم کو سیدھے راستہ پر چلا، وہ راستہ جو تو نے ان بندوں کو دیا جن پر تو نے انعام کیا)

دنیا امتحان کی جگہ ہے اور اس آزمائش سے گذر کر آخرت کا گھر اچھا بنایا جاتا ہے، اس لیے انبیاء اور ان کی قوموں کے واقعات کا مطالعہ تقویت کا باعث بنتا ہے، جب آخرت میں اس کو اس دار الامتحان میں ایمان اور صبر و تقوی کے ساتھ زندگی گذارنے پر نوازا جائے گا، تو اس وقت وہ حیران رہ جائے گا، جب وہ دیکھے گا کہ معمولی معمولی مشقت و تکلیف پر اسے ایسا نوازا جا رہا ہے، البتہ جو مشقت و مصیبت انسان کے اوپر اس کے برے اعمال کی سزا کے طور پر آتی ہے تو وہ اس زمرہ میں شامل نہیں ہے، جو انعام پانے والوں کا زمرہ ہے، ان دونوں صورتوں کی بہت سی مثالیں ہم کو انسانی تاریخ میں ملتی ہیں، اور خود قرآن مجید میں دونوں زمرہ کے لوگوں کی مثالیں دی گئی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کو جن آزمائشی مراحل سے گذارا گیا، اور پھر ان کو دنیا میں جو عزت و فتح مندی ملی اور جنھوں نے ان کو تکلیفیں پہنچائیں اور دشمنی کی، ایک وقت آیا کہ وہ سب ان کے نیاز مند ہوئے، اور اس میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی تسکین کا سامان تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے متعدد حالات میں ان سے مطابقت پائی جاتی ہے، یہ بات سورۂ یوسف کے مطالعہ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مطالعہ سے اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

﴿الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ☆إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ☆نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَـذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ☆إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَباً وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ☆ قَالَ يَا بُنَيَّ لاَ تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُواْ لَكَ كَيْداً إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ☆وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (یوسف:۱-٦)

(الٓر، یہ کھلی کتاب کی آیتیں ہیں، ہم نے اس کو عربی (زبان کا) قرآن اتارا ہے تا کہ تم سمجھ سکو، ہم اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے آپ کو ایک نہایت عمدہ قصہ (بہترین پیرایۂ بیان میں) سناتے ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ واقف نہ تھے، جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کررہے ہیں، انھوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتانا کہیں وہ تمہارے لیے کوئی چال چلنے لگ جائیں، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں چن لے گا اور تمہیں باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھائے گا اور اپنی نعمت تم پر اور اولاد یعقوب پر پوری کرے گا جیسے اس نے پہلے تمہارے دو باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اس کو پورا کیا تھا، بلاشبہ تمہارا رب خوب جاننے والا حکمت والا ہے)

www.abulhasanalinadwi.org

خانوادۂ یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ان کا پورا خاندان نبیوں کا خاندان تھا، ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے، اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے، اور تینوں اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا: بتاؤ شریفوں میں زیادہ شریف کون ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام، کہ وہ خود بھی نبی ہوئے، ان کے والد حضرت یعقوب نبی تھے، اور ان کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے، اور وہ اعلیٰ ترین نبی تھے، نبوت ان کی اولاد میں بطور وراثت سونپی گئی اور ان میں بکثرت نبی ہوئے، اور ان کو دنیاوی وجاہت بھی ملی۔(۱)

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دینی فدائیت اور اپنے رب کی رضا کی طلب میں اور اعلیٰ درجہ کی قربانیوں کے انعام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساری انسانیت کے لیے رہبر و پیشوا ہونے کا ارشاد ہوا، اسی کے ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ تمہاری اولاد میں یہ خصوصیت ان کو نہ ملے گی جو اپنی دین داری اور وفاداری قائم نہ رکھ سکیں گے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة: ١٢٤)

(ارشاد ہوا کہ ضرور میں تمہیں لوگوں کے لیے پیشوا بنانے والا ہوں وہ بولے اور میری اولاد میں سے؟ اس نے فرمایا: میرا وعدہ ناانصافوں کو حاصل نہ ہوگا)

اس مبارک خانوادہ پر اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتیں نازل ہوئیں، ان کو دنیا میں

(۱) البخاری، کتاب بدء الخلق، باب أم كنتم شهداء اذ حضر يعقوب.... :٣٣٨٢

www.abulhasanalinadwi.org

بلند مرتبہ حاصل ہوا، اور اس احسان عظیم کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، لیکن حضرت یوسف کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام جن کے بیٹوں کی تعداد حضرت یوسف کو ملا کر ۱۲ ارتھی، ان میں سے بعض نے دنیادار لوگوں کی کچھ باتیں اختیار کیں اور اپنے ہی بھائی حضرت یوسف کو اپنے باپ سے دور کر دینے کی سازش کی، جس کی وجہ سے حضرت یوسف کی زندگی بڑی آزمائشوں سے گذری، اور اس مدت میں ان کے باپ رنج کرتے کرتے بالکل نڈھال ہوگئے، اور یہ ان کے لیے سخت امتحان تھا، جس سے اللہ رب العزت نے ان کو گذارا، اور انہوں نے نہایت مشقت کے باوجود صبر کا دامن نہیں چھوڑا، ان دونوں کے حالات کو قرآن مجید میں بہت مؤثر طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، قرآن مجید ایسی بلاغت اور تاثیر کلام کی حامل کتاب ہے کہ اس میں واقعات و حالات کو ایسے اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، جن سے انسانی قلب میں اثر لینے کی جو صلاحیت ہے اس پر پوری طرح اثر انداز ہوجاتا ہے، یہی بات حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بھی ہے۔

بھائیوں کا حسد

﴿لَّقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ☆إِذْ قَالُواْ لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَى أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ☆اقْتُلُواْ يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضاً يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُواْ مِن بَعْدِهِ قَوْماً صَالِحِينَ☆قَالَ قَآئِلٌ مَّنْهُمْ لاَ تَقْتُلُواْ يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ☆قَالُواْ يَا أَبَانَا مَا لَكَ لاَ تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ☆أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَداً يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ☆قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَن تَذْهَبُواْ بِهِ وَأَخَافُ أَن يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ☆قَالُواْ لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذاً لَّخَاسِرُونَ☆ فَلَمَّا ذَهَبُواْ بِهِ وَأَجْمَعُواْ أَن
يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَـٰذَا
وَهُمْ لاَ يَشْعُرُونَ☆وَجَاؤُواْ أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ☆قَالُواْ يَا
أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ
وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لِّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ☆وَجَآؤُوا عَلَى
قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ
جَمِيلٌ وَاللّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف:۷-۱۸)

(یوسف اور اس کے بھائیوں (کے تذکرہ) میں پوچھنے والوں کے لیے یقیناً (بڑی) نشانیاں ہیں، جب (سوتیلے بھائی آپس میں) کہنے لگے کہ یوسف اور اس کا (حقیقی) بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں جبکہ ہم مضبوط لوگ ہیں، یقیناً ہمارے والد کھلی غلطی کررہے ہیں، یوسف کو قتل کردو یا کسی اور جگہ ڈال آؤ تا کہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہارے ہی لیے رہ جائے اور اس کے بعد (توبہ کرکے) تم لوگ نیک بن جانا، ان میں ایک بولا کہ اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوسف کو قتل مت کرو اور اس کو گہرے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی اس کو اٹھا لے جائے، وہ بولے اے اباجان آپ کو کیا ہوگیا کہ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہی ہیں، کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تا کہ کھائے اور کھیلے اور ہم اس کی حفاظت کے پورے ذمہ دار ہیں، انھوں نے کہا کہ تمہارے اس کو لے جانے سے مجھے ضرور رنج ہوگا اور مجھے ڈر ہے کہ "کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے" اور تم اس سے بے خبر رہو، وہ بولے کہ ہم مضبوط لوگ ہیں (پھر) اگر ان کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نکمے ٹھہرے، پھر

www.abulhasanalinadwi.org

جب وہ ان کو لے کر گئے اور سب نے طے کر ہی لیا تھا کہ ان کو تاریک کنویں میں ڈال دیں گے (بس انھوں نے وہ کام کر ڈالا) اور ہم نے (یوسف کو) بتادیا کہ (ایک وقت آئے گا کہ) تم ان کو ان کا یہ کام جتلاؤ گے اور (اس وقت) وہ جانتے بھی نہ ہوں گے، اور رات کو وہ اپنے والد کے پاس روتے ہوئے آئے، کہنے لگے اے ہمارے ابا جان ہم دوڑ کا مقابلہ کرنے میں لگ گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے ''بس اسے بھیڑیا کھا گیا'' اور آپ کو ہماری بات کا یقین تو ہونے کا نہیں خواہ ہم سچے ہی ہوں، اور وہ ان کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے، انھوں نے فرمایا (نہیں) بلکہ تم نے اپنی طرف سے ایک بات بنالی ہے تو اب صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بتاتے ہو اس پر میں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں)

حضرت یوسف اور ان کے والد حضرت یعقوب اور ان کے بھائیوں کے مزاجوں اور قلبی احساسات کے قصے قرآن مجید میں دل لگتے انداز میں بیان کیے گئے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کے دو بیٹے حضرت یوسف و حضرت بنیامین دوسری بیوی سے تھے، ان کے علاوہ تمام بیٹے دوسری بیوی سے تھے، ان تمام میں سب سے خوبصورت و ذہین اور نجیب بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تھے، اسی لیے تمام بیٹوں کے مقابلہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی ان سے خاص تعلق تھا، ہمیشہ ان کی فکر رکھتے تھے، اپنی نگاہوں سے کسی لمحہ دور نہ ہونے دیتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے والد کی غیر معمولی شفقت، ان کے دوسرے بھائیوں کے لیے باعث حسد بن گئی، اور ان کو یہ بات رہ رہ کر ستانے لگی کہ آخر ہم یوسف سے زیادہ طاقتور اور خدمت کرنے میں آگے ہو سکتے ہیں تو ہم کو یہ مقام کیوں کر حاصل نہیں ہوتا، یہی سب باتیں ان لڑکوں نے اپنے والد کو سمجھانا چاہیں، مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان

کی بات پر ذرا بھی کان نہ دھرا، چنانچہ ایک دن انھوں نے یہ پلاننگ کی کہ کسی بہانے یوسف کو یہاں سے لے کر چلا جائے اور ان کو غائب کر دیا جائے تا کہ یہ ساری قربتیں ہم کو حاصل ہو سکیں، کیونکہ جب یوسف ہی نہیں رہیں گے تو خدمت گار بھی ہمارے سوا کون ہوگا، اس لیے یہ خیال کیا کہ ان کو کسی کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ دیں گے۔

چونکہ حضرت یوسف و بنیامین کے علاوہ یہ سب بھائی ایک ہی ماں سے تھے، اس لیے بعض قلبی احساسات نے ان کی طبیعت پر ایک خاص اثر ڈالا اور وہ اس اثر سے اپنے کو بچا نہ سکے۔

بھائیوں کی غداری

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے یہ بات سوچی کہ ان کو کہیں ڈال دیں گے، جس سے یہ اپنے والد کی نظروں سے دور ہو جائیں، اور اپنے والد سے یہ کہہ دیں گے کہ یوسف کا انتقال ہو گیا، لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین کی حد تک اپنے ان لڑکوں پر اس بات کا شبہ تھا کہ یہ یوسف سے حسد کرتے ہیں، اس لیے ان کو یہ گوارہ نہ تھا کہ وہ یوسف کو یوں ہی تنہا ان کے ساتھ کہیں بھیج دیں، البتہ ایک دن موقع مل ہی گیا، اور یہ حربہ کام آیا کہ انھوں نے اپنے والد سے نہایت ناصحانہ انداز میں کہا: آپ یوسف کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں، نہ وہ سیر و تفریح کر پاتا ہے، نہ کھیل کود پاتا ہے، اس عمر میں اس طرح رہنا تو گویا کہ ظلم ہے، کیوں نہ آج اس کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، ہم کھیلیں گے کودیں گے، سیر و تفریح کریں گے، یہ بھی ہمارے ساتھ محظوظ ہوگا، اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہلے تو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور کہا: خدانخواستہ تم کھیلنے میں مصروف ہو گئے اور اگر اس کو بھیڑیا لے کر چلا گیا تو کیا ہوگا؟ لیکن ان تمام باتوں کا ان لڑکوں نے بڑے اچھے انداز سے جواب دے دیا، اور یوسف کو اپنے ساتھ لے گئے، چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیڑیئے کے اچکنے کا خدشہ ظاہر کر دیا تھا، اس لیے یہی ترکیب ان کے ذہن و

دماغ میں کام کر گئی، اور جنگل میں لے جا کر ان کو ایسے کسی کنوئیں میں ڈال دیا کہ زندہ بھی رہیں اور اپنے باپ سے دور بھی ہو جائیں اور واپس آ کر والد سے یہ کہہ دیا کہ ہمیں بہت افسوس ہے کہ یوسف کو بھیڑیئے نے اچک لیا، اس بہانہ میں مزید وزن پیدا کرنے کے لیے ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لیا، اور والد محترم کو آ کر اس بات کا یقین دلایا کہ ہم کھیل میں مصروف ہوئے اور ان کو بھیڑیا اچک لے گیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو تمہاری من گھڑت بات ہے، بس ایسی صورت حال میں ہم صبر کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی سے مدد کے طلب گار رہوں گے۔

مصر کے بازار میں

﴿وَجَاءتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُواْ وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَا بُشْرَى هَـذَا غُلاَمٌ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً وَاللّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ☆ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُواْ فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ☆ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لاِمْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَداً وَكَذَلِكَ مَكَّنِّا لِيُوسُفَ فِي الأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الأَحَادِيثِ وَاللّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ ☆ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَعِلْماً وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ (یوسف: ۱۹-۲۲)

(اور ایک قافلہ آ نکلا تو انھوں نے اپنا سقہ بھیجا، اس نے کنویں میں ڈول ڈالا (کھینچا تو) بول اٹھا ارے واہ یہ تو بچہ ہے اور اس کو انھوں نے سامان تجارت کے طور پر چھپا لیا اور اللہ ان کے سب کاموں کو خوب جان رہا تھا، اور اس کو انھوں نے اونے پونے چند درہموں میں بیچ ڈالا اور اس سے ان کو کوئی دلچسپی بھی نہ تھی، اور مصر میں جس نے اس کو خریدا

اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو عزت سے رکھنا شاید اس سے ہمیں فائدہ پہنچے یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں اور اس طرح ہم نے یوسف کو ملک میں طاقت بخشی اور تا کہ ہم ان کو باتوں کی حقیقت سکھا دیں اور اللہ اپنے کام پر پورا قابو رکھتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں، اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے ان کو حکومت اور علم سے سرفراز کیا اور ہم اچھا کام کرنے والوں کو یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں)

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اس طرح کنوئیں میں ڈالا کہ وہ کنوئیں کے اندر بنے ہوئے ایک طاق میں بیٹھ گئے، حضرت یوسف کو اپنا خواب یاد رہا ہوگا، جس میں ان کو خاص بشارت دی گئی تھی، اس خواب کی بنا پر اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ اشارہ بھی ہوا ہوگا کہ وہ ہر قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے، اور ان کے بھائیوں کی نیت یہ تھی کہ اس طرح کنوئیں میں ڈالنے سے اگر کسی قافلہ نے یہاں سے گزرتے ہوئے پانی پیا اور یہ برآمد ہوگئے، تو وہ قافلہ والے ان کو اپنا غلام بنالیں گے، اس وقت ہم ان کے دعویدار بن کر کھڑے ہوں گے اور کہیں گے کہ یہ ہمارا غلام ہے، چنانچہ یہی ہوا کہ وہاں سے ایک قافلہ کا گذر ہوا، اور انہوں نے ڈول میں پانی کے بجائے بچہ دیکھا، ادھر ان کے بھائی ہمہ وقت تاک میں تھے، جب ایسا ہوا تبھی وہ لوگ فوراً مدعی بن کر کھڑے ہوگئے، اس پر قافلہ والوں نے ان کو کچھ مقدار میں پیسے دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر آگے روانہ ہوئے، چونکہ قافلہ والوں کو بھی اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں کوئی اور مدعی نہ مل جائے، اس لیے ان کو مناسب معلوم ہوا کہ انہیں بیچ دیا جائے، لہٰذا مصر کے بازار میں آپ کی بولی لگائی گئی، اتفاق کی بات کہ عزیز مصر کی طرف سے غلاموں کو خریدنے کے لیے آدمی موجود تھے، اس کے نمائندوں کی نظر اس حسین وجمیل بچے پر پڑی، جس کے چہرہ سے شرافت جھلک رہی تھی تو انہوں نے آپ کو خرید لیا۔

غلام اور نوکر

اس زمانہ میں یہ رواج عام تھا کہ لوگ خدمت گاروں کے طور پر اپنی اپنی ضرورت کے اعتبار سے کسی شخص کی تمام عمر کی خدمات خرید لیا کرتے تھے، یا ہدیہ میں ان کو حاصل ہوجاتی تھیں اور وہ ''غلام'' کہلاتے تھے، جیسا کہ آج کل رواج ہے کہ انسان اپنی ضرورت کے لیے ماہانہ تنخواہ کے بدلہ کسی شخص کی ماہانہ خدمات حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس وقت کا چلن یہ تھا کہ انسان اپنی ضرورت کے لیے مستقل ایک انسان کو خرید لیتا تھا، کسی کو حساب وکتاب کرنے والے شخص کی ضرورت ہوتی تو وہ پڑھا لکھا غلام بطور منشی خرید لیتا، کسی کو گھریلو کام کرانے کی ضرورت ہوتی تو وہ اسی سطح کا غلام خریدتا، غرض کہ جس ضرورت سے غلام خریدا جاتا تھا اس سے وہ کام لیا جاتا تھا، گویا وہ شخص پوری زندگی کے لیے اس کا ملازم ہوجاتا تھا، لہٰذا جس طرح بازار میں مال فروخت ہوتا ہے، اسی طرح غلاموں کو بھی فروخت کیا جاتا تھا، غلام اصلاً وہ لوگ ہوتے تھے جو جنگوں میں پکڑ کر لائے جاتے تھے، ان کو جیل میں رکھنے کے بجائے فوجیوں میں تقسیم کردیا جاتا تھا کہ ان کے کھانے ٹھہرنے کا انتظام رکھیں اور ان سے خدمت لیں، یا وہ ہوتے تھے جن کو شاطر لوگ کمزور اور بے یارومددگار پا کر قبضہ میں کر لیتے اور ان کو اپنا تابعدار بنا لیتے اور یہ طاقتور لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ ان سے کام لیتے تھے، غلام کو اپنی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کا طریقہ یا تو خود مالک کی طرف سے آزاد کرنے کا حق تھا، یا غلام اتنا پیسہ جمع کر لے، جتنے پیسے کو لے کر اس کا مالک اسے چھوڑ دے۔

قصر شاہی میں

بھائیوں کے حسد نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں دھکیلا، اور کنوئیں کی تاریکیوں کے بعد غلامی کا طوق پڑ گیا، مگر ان سب واقعات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام تمام دشوار مراحل سے گذرنے کے بعد ایک قابل قدر

www.abulhasanalinadwi.org

اور عظیم ہستی بن سکیں، جس کی طرف مذکورہ آیت میں بھی اشارہ موجود ہے، ارشاد ہے:

﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَعِلْماً وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ (یوسف:۲۲)

(اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے ان کو حکومت اور علم سے سرفراز کیا اور ہم اچھا کام کرنے والوں کو یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں)

غرض کہ نیلامی کی منڈی سے محل میں آنے کے بعد عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان کو اپنے ہی گھر میں رکھا جائے تو بہت اچھا ہو، ہم ان کو اپنے بیٹے کی طرح رکھیں گے، چنانچہ اس طرح غلامی کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام قصر شاہی میں پورے امن وسکون کے ساتھ رہے۔

ایک سخت آزمائش

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لاَ يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ☆وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلا أَن رَّأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاء إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ☆وَاسُتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاء مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوَءاً إِلاَّ أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ☆قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الكَاذِبِينَ☆وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِن الصَّادِقِينَ☆فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ☆يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَـذَا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ☆وَقَالَ

www.abulhasanalinadwi.org

نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَأَةُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَن نَّفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبّاً إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلاَلٍ مُّبِيْنٍ☆ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيناً وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّهِ مَا هَـذَا بَشَراً إِنْ هَـذَا إِلاَّ مَلَكٌ كَرِيْمٌ☆قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيْهِ وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسَتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوناً مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ☆قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلاَّ تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ☆فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ☆ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّى حِيْنٍ﴾ (یوسف:۲۳-۳۵)

(اور جس کے گھر میں وہ تھے اس عورت نے ان کو ان کے نفس کے سلسلہ میں ورغلایا اور دروازے بند کردیئے اور بولی کہ بس اب آ بھی جاؤ، انھوں نے کہا کہ اللہ کی پناہ، وہ تو میرے مالک ہیں انھوں نے مجھے عزت سے رکھا بلاشبہ ظالم کامیاب نہیں ہوسکتے، اور اس عورت نے ان کا ارادہ کر ہی لیا تھا اور وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر انھوں نے اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لی ہوتی، یوں ہی ہوا، تاکہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو دور ہی رکھیں بیشک وہ ہمارے منتخب بندوں میں تھے، اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے ان کے کرتے کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور دروازے پر ہی ان دونوں کا اس کے شوہر سے سامنا ہوا وہ بولی جو آپ کی گھر والی کے ساتھ برا ارادہ

کرے اس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یا تو وہ قید کر دیا جائے یا سخت سزا (دی جائے) یوسف نے کہا کہ خود اسی نے مجھے میرے نفس کے سلسلہ میں ورغلایا اور خود اس کے خاندان کے ایک گواہی دینے والے نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا سامنے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے ہیں، اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت نے جھوٹ بولا اور یہ سچے ہیں، پھر جب انھوں نے کرتے کو دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ تم عورتوں کی مکاریاں ہیں یقیناً تمہاری مکاریاں معمولی نہیں ہیں، یوسف اس کو چھوڑو اور اے عورت تم اپنے گناہ کی بخشش مانگو، غلطی تمہاری ہی ہے، اور شہر میں عورتوں کی زبانیں کھل گئیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی اپنے خادم سے اس کے نفس کی خواہش کرتی ہے، وہ اس کی محبت میں دیوانی ہو گئی ہے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ صاف صاف بہک گئی ہے، پھر جب اس نے عورتوں کی مکاری سنی تو سب کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسند آراستہ کی اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دے دی اور (یوسف سے) کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آؤ، بس جب ان عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کو (تصور سے) بڑھ کر پایا (اور مبہوت ہو گئیں) اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہنے لگیں کہ ہائے رے اللہ یہ انسان نہیں ہے یہ تو کوئی شرافت کا پیکر فرشتہ ہے، عورت نے کہا یہی وہ ہے جس کے بارے میں تم مجھے برا بھلا کہہ رہی تھیں اور میں نے اس کے نفس کی خواہش کی تو یہ بچ نکلا اور اگر اس نے میرا کہا نہ مانا تو یقیناً اسے جیل میں ڈال دیا جائے گا اور وہ بے حیثیت ہو کر رہ جائے گا، یوسف نے کہا اے میرے رب! یہ جو مجھے

دعوت (بد) دے رہی ہیں اس کے مقابلہ مجھے جیل ہی پسند ہے اور
اگر تو نے مجھے ان کی چال سے دور نہ رکھا تو میں ان کا شکار ہو جاؤں گا
اور نادانوں میں ہو کر رہ جاؤں گا، بس ان کی دعا ان کے رب نے سن
لی اور ان عورتوں کی چال ان سے دور کر دی بلاشبہ وہ خوب سنتا خوب
جانتا ہے، پھر نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی لوگوں کی رائے یہی ٹھہری
کہ یوسف کو ایک مدت کے لیے جیل میں ہی ڈال دیا جائے)

حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر سکون کے ساتھ رہنے لگے، مگر مشکل اس وقت پیش آئی جب یوسف علیہ السلام اپنی جوانی کے دہلیز میں داخل ہوئے اور عزیز مصر کی بیوی کو برائی کی لالچ ہوئی، اور اس نے آپ کے ساتھ غلط ارادہ کیا، تمام دروازے بند کر کے ان کو دعوت بد دی، مگر حضرت یوسف باوجود نوجوان ہونے کے اپنی جگہ ثابت قدم رہے، اور کہا کہ ہم اپنے مالک کے گھر میں خیانت نہیں کر سکتے، انہوں نے ہمیں اچھا ٹھکانہ دیا ہے، عزت دی ہے، اب یہ حرکت اگر ہم جیسے آدمی کریں تو بالکل مناسب نہیں ہے، قرآن مجید میں آتا ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا اصرار اور مالکانہ حق ہونے کا دباؤ اس قدر تھا کہ اگر حضرت یوسف نے اپنے رب کی طرف سے نشانی نہ دیکھی ہوتی تو شاید وہ بھی متاثر ہو جاتے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام دروازہ کی طرف جان چھڑا کر لپکے تو وہ بھی پیچھے پیچھے بھاگی، اور بری نیت سے ان کی قمیص کو اس شدت سے پکڑا کہ وہ پھٹ گئی، مگر یہ محض اشارۂ غیبی کی بات تھی کہ وہ اپنی جگہ جمے رہے، جب دروازہ پر پہنچے تو عین وقت پر عزیز مصر نے دیکھ لیا، جس کو دیکھتے ہی اس کی بیوی نے یہ بیان دیا کہ اس غلام نے مجھے دعوت بد دی، اور میرے ساتھ غلط ارادہ کیا، اب اس کو سخت سے سخت سزا ہونی چاہیے، وہاں حضرت یوسف ملک کے اصل باشندے اور آزاد فرد کی حیثیت میں نہ تھے، ان کا زیادہ زبان کھولنا مزید بدنامی کا سبب ہوتا، اس لیے انہوں نے بہت کم الفاظ میں یہ کہنا

چاہا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ خود اِن محترمہ نے ہم سے ایسا کرانے کی کوشش کی تھی، ظاہر ہے کہ عزیز مصر کو اپنی بیوی کی بات سچی معلوم ہوتی تو حضرت یوسف کا انجام برا کر دیا جاتا لیکن اللہ کی یہ مدد ہوئی کہ قصر شاہی کے کسی کارندے نے عزیز مصر کو اس کی طرف متوجہ کیا کہ اگر یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غلطی آپ کی بیوی کی تھی، اور اگر آگے سے پھٹی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عمل یوسف کا ہے، جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ قمیص پیچھے سے پھٹی ہے، لہٰذا غلطی ان کی بیوی کی ظاہر ہوئی، اسی لیے عزیز مصر نے عفو و درگزر سے کام لیا، اور اس قصہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی، کیونکہ غلطی اس کی بیوی کی تھی، لہٰذا اگر عزیز مصر اپنی بیوی کو سزا دیتا تو مزید بدنامی کا سبب بنتا، یہ سارا قصہ گرچہ وقتی طور پر دفن کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن اس کے باوجود بھی قصر شاہی اور اس سے متعلق افراد کے ذریعہ اس بات کا چرچا عام ہوگیا، اور عورتیں عام طور پر آپس میں یہ چرچا کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی نے عجیب حرکت کی ہے اور وہ ایک غلام کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہے، اس کو اتنا بھی خیال نہیں رہا کہ وہ عزت و شہرت کے کس مقام پر ہے۔

غلام اور فتی کا فرق

عزیز مصر کی بیوی پر جن خواتین نے نقد کیا تھا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جو لفظ استعمال کیا تھا، قرآن مجید نے اس کو "فتی" سے تعبیر کیا ہے، قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے "فتی" کا لفظ استعمال ہوا ہے، عربی زبان میں غلام کے معنی "لڑکے" کے ہوتے ہیں، اور غلامی کی صفت ظاہر کرنے کے لیے "عبد" کا لفظ آتا ہے، مگر جس طرح ہم لوگ آج کے دور میں نوکروں کو حقارت سے بچانے کے لیے لڑکے کا نام لے کر پکارتے ہیں، اسی طرح اس زمانہ میں غلاموں کو پیار میں غلام کے نام سے پکارتے تھے، چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، انبیاء کا خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، اس لیے آپ کے لیے غلامی کے

دور میں یہاں ”فتی “کا لفظ استعمال کیا گیا، جس کے معنی نوجوان کے ہیں۔

شاہی تقریب سے قید خانہ تک

غرض کہ بات قصر شاہی کی تھی اور ظاہر ہوگئی تھی اور چرچے سے ہر عام وخاص کے علم میں آ گئی تھی، خاص طور پر محترم طبقہ کی خواتین میں چہ می گوئیاں بڑھ گئی تھیں، جب ان چہ می گوئیوں کی خبر عزیز مصر کی بیوی تک پہنچی تو اس نے ان کے ذہن کو اپنا مؤید بنانے کے لیے ایک شاہی تقریب کا اعلان کیا، جس میں خاص طور پر خواتین کو بلایا گیا تھا، اور ان کے لیے مہمانی کا خاص انتظام کیا گیا تھا، ایک عالی شان محفل تھی، پھلوں سے سجی ہوئی تھی، ہر بیٹھنے والی کے لیے ٹیک لگانے کا انتظام تھا، اور چاقو سے کاٹے جانے والے پھل اور چاقو بھی سب کے سامنے رکھوا دیئے گئے تھے، چنانچہ جب یہ عورتیں پھل کاٹنے لگیں، تب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف کو بلوایا کہ وہ ایک مرتبہ ان کے سامنے سے گذر جائیں، تاکہ ان کو معلوم ہو سکے کہ میں کیسے متاثر ہوں، حضرت یوسف چونکہ تابعدار کی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے وہ وہاں سب کے سامنے آئے، جب آپ پر عورتوں کی اچانک نظر پڑی تو وہ ایسی بے خود ہوگئیں کہ پھل کاٹنے کے بجائے ان کے ہاتھ ایسے بہکے کہ کٹ گئے، اور وہ بے ساختہ بول اٹھیں کہ واللہ! یہ تو فرشتہ معلوم ہوتا ہے، ان کے متاثر ہونے کا حال یہ ہوا کہ ان کو عزیز مصر کی بیوی کا عمل صحیح معلوم ہوا، اس کے بعد عزیز مصر کی بیوی کی ان عورتوں سے گفتگو ہوئی، عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ گرچہ یہ فی الحال ہمارے قابو میں نہیں آئے، مگر ہم ان کو چھوڑیں گے نہیں، یہ ہمارے تابعدار ہوتے ہوئے ہم سے بھاگتے ہیں، یہ نہ مانیں گے تو ان کو سخت سزا بھگتنی ہوگی، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے محل کی یہ نازک صورت حال دیکھی کہ مسئلہ معمولی مسئلہ نہیں رہا، بلکہ اب تو یہ ایک خفیہ منصوبہ بن گیا ہے، تو اپنے رب سے یوں دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے بچایئے، میرے لیے اس برے عمل کے ذریعہ دوزخ کی طرف دعوت دیئے جانے سے بہتر جیل کی زندگی

ہے، گرچہ وہاں تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا، عیش و تنعم کی زندگی کو چھوڑنا ہوگا، مگر ہم وہاں گناہ سے محفوظ رہیں گے، اگر ایسا نہیں ہوا تو ہماری کوئی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور گناہ کا شکار ہو جائیں گے، قرآن مجید میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمالیا۔

عزیز مصر نے یہ سوچا کہ اب محل میں ان کی بیوی کے چرچے مزید بڑھ چکے ہیں، اس لیے مناسب ہوگا کہ بات کو دبانے کے لیے چند دنوں یوسف کو جیل کے اندر کردیا جائے، اس سے بیوی کے سلسلہ میں بدگمانیاں کم ہو جائیں گی، پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا گیا، اس طرح چرچا تو ختم ہو گیا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام جیل کی صعوبتوں میں برسوں بغیر کسی جرم کے رہے۔

مصر کے پانی کی خاصیت

یہاں یہ بات بتانا مناسب ہوگی کہ مصر کے پانی کی خاصیت یہ ہے کہ وہاں کی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے حدت کچھ زائد پائی جاتی ہے، یہ علاقوں کے اپنے اپنے الگ اثرات سے ہے کہ کہیں مردوں میں تیزی پائی جاتی ہے اور کہیں عورتوں میں، اسی لیے لوگوں کا اندازہ ہے کہ مصر کی عورتوں کا اثر مردوں پر زیادہ رہتا ہے، وہ مردوں کی طرف مائل اور اثر انداز زیادہ ہوتی ہیں۔

آزمائشی مراحل کا مقصد

انبیائے کرام علیہم السلام کا مختلف النوع صورت حال سے سابقہ ہوتا ہے، ان کو اپنی زندگی کے حالات کے لحاظ سے سخت سے سخت پہلوؤں سے گذرنا ہوتا ہے، اور یہ غالباً اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے اردگرد مختلف انسانوں میں رہ کر کام کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس سے وہ سب کو سمجھنے اور ان سے معاملہ کرنے کی صلاحیت کے حامل ہو جاتے ہیں، انبیائے کرام کو ان تمام مختلف النوع لوگوں کو اس چیز کی طرف لے جانا ہوتا ہے، جو چیز

www.abulhasanalinadwi.org

مشاہدہ میں نہیں ہے، نہ ہی اس پر ان کا کوئی بظاہر دنیوی فائدہ موقوف ہے، بلکہ اس کا تعلق محض ایمان بالغیب اور یقین کرنے سے ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ لوگوں کی غلط عادات کو چھڑانا ہوتا ہے، نفسانی خواہشات کے خلاف عمل کرانا ہوتا ہے، اپنی بات پر بھروسہ دلا کر ایک اللہ کی مرضیات کے مطابق زندگی کو چلانا ہوتا ہے، اس لیے ایسا مشکل کام کرنے سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام کو لوگوں ہی کے سامنے ان تمام مراحل سے گذارا جاتا ہے، اور ان کو انسانی زندگی کے تمام حالات کے سلسلہ میں نمونہ بنادیا جاتا ہے، جن کے بعد اگر یہ حضرات اپنی کوئی بھی بات جس طبقہ کے لوگوں کے سامنے پیش کریں تو اس طبقہ کو اجنبیت کا احساس نہ ہو، یہ انسانی عقل میں آنے والی بات بھی ہے کہ انسان اسی کی بات پر یقین کرتا ہے جس کا کوئی تجربہ ہو، کوئی عام راہ گیر جس سے کوئی واقفیت بھی نہ ہو، گرچہ بڑے بڑے دعوے کرے، مگر لوگ اس کی کسی بات پر یقین نہیں کریں گے، یوں تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے کی بے شمار آیات انفس و آفاق میں بکھری ہوئی ہیں، مگر حالات کے خراب ہونے اور شیطان کی ملمع سازیوں کے نتیجہ میں بسا اوقات انسان کی آنکھوں پر ان سب حقائق کی طرف سے پردہ پڑ جاتا ہے، جس کو ہٹانے کے لیے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تجربات کے مراحل سے گذار کر ان کے ذریعہ ایسے بلیغ و پرزور انداز میں حق بات پہنچا دیتا ہے کہ حق سے گریز کرنے والوں کے خلاف صاف طور سے حجت قائم ہو جائے، اسی لیے قرآن مجید میں بہت وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بیان کردی گئی ہیں، سمندروں میں کشتیوں کا چلنا، سورج چاند کا نکلنا، بنجر زمین سے غلہ پیدا ہو جانا، یہ سب وہ علامات ہیں جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے کوئی نہ کوئی ذات ضرور ہے جو ہر چیز کو عدم سے وجود میں لاتی ہے۔

اس تناظر میں جب ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے اوپر آنے والے مصائب کا جائزہ لیں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ یہ سب ایک خدائی نظام کے تحت ہو رہا تھا، تا کہ

یوسف علیہ السلام نبوت کا منصب صحیح معنی میں اختیار کرنے والے بن جائیں، پاکدامنی میں کھرا اترنے کے بعد ان کا تیسرا سخت امتحان جیل کی صعوبتوں کو سالہا سال برداشت کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے محل میں رکھ کر شاہی مزاج اور شاہی دستور کو سمجھنے کا موقع عطا فرمایا، جو کہ عام انسانوں کو حاصل نہیں ہوتا، اور جیل میں رکھ کر عوام کے ہر طبقہ کے مزاج کو سمجھنے کا موقع دیا، تا کہ ہر طرح کے لوگوں کی نفسیات کا علم ہو سکے۔

خوابوں کی تعبیر اور دعوت توحید

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانَ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْراً وَقَالَ الآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزاً تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ☆قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَهُم بِالآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ☆ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَآئِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللّهِ مِن شَيْءٍ ذَلِكَ مِن فَضْلِ اللّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ☆يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ☆مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ☆يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْراً وَأَمَّا الآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِ قُضِيَ الأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ☆وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ

www.abulhasanalinadwi.org

سِنِیْن۞ (یوسف: ٣٦-٤٢)

(اوران کے ساتھ جیل میں دونو جوان اور داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرا بولا کہ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں سر پر روٹیاں رکھے ہوں، پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجیے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے بزرگ ہیں، انھوں نے کہا کہ جو کھانا تمہیں ملتا ہے وہ آنے بھی نہیں پائے گا مگر میں اس کے آنے سے پہلے پہلے تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا، یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی، ہیں میں نے ان لوگوں کے طریقہ کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ کو نہیں مانتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں، اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق ویعقوب کا مذہب پکڑ رکھا ہے، ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک کریں اور یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں، اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کئی معبود جدا جدا بہتر ہیں یا ایک اکیلا اللہ جو زبردست ہے، تم اللہ کو چھوڑ کر جس کو پوجتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں، اللہ نے اس کی کوئی سند نہیں اتاری، حکومت تو صرف اللہ کی ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں، اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے تو وہ سولی پر چڑھایا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے، جس چیز کا تم سوال کر رہے ہو اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور جس کے بارے میں یوسف کا

www.abulhasanalinadwi.org

خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں بچ رہے گا اس سے انھوں نے کہا اپنے
آقا کے سامنے میرا تذکرہ کرنا بس شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ وہ
اپنے آقا سے ذکر کرے تو یوسف کو جیل میں کئی سال رہنا پڑا)

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں ٹھہرنے کے زمانہ میں دعوت الی اللہ کے فریضہ کو انجام دینے کا کام بھی جاری رکھا، جو کہ ان کے خون کا تقاضہ تھا، کیونکہ آپ انبیاء کی نسل سے تھے، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ لوگ آپ کی باتوں اور آپ کی عادات سے بہت متاثر ہوئے، اکثر لوگ آپ سے اپنے مسائل کا حل کراتے تھے، اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر معلوم کرتے تھے، قرآن مجید میں اسی قبیل کا اہم قصہ بیان کیا گیا ہے، جو کہ بعد میں ان کی رہائی کا سبب بھی بنا۔

واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ بادشاہ کے دو اہم عہدوں پر فائز خادموں پر بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کا الزام لگا، ان میں ایک نانبائی تھا، اس پر کھانے میں زہر ملانے کی کوشش کا الزام تھا، دوسرا شراب پلانے پر مامور تھا اس پر شراب میں زہر ملانے کی کوشش کا الزام تھا، جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو ان دونوں پر مقدمہ دائر کر کے جیل میں ڈال دیا گیا، ایک رات ان دونوں نے خواب دیکھا، ایک نے دیکھا کہ وہ انگور نچوڑ کر اس کی شراب بنا رہا ہے، اور دوسرے نے اپنے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا رکھے ہوئے دیکھا جس سے چڑیاں نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں، صبح ہونے پر ان کو خیال ہوا کہ اس کی تعبیر کسی سے معلوم کریں، حضرت یوسف کی باتیں سب کے سامنے آتی رہتی تھیں، لہٰذا یہ خیال ہوا کہ کیوں نہ یوسف ہی سے تعبیر پوچھی جائے، وہ نیک آدمی ہیں اچھی تعبیر بتائیں گے، جب یہ دونوں نوجوان حضرت یوسف کے پاس گئے، اور اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کی، تو وہ وقت کھانے کا ہو رہا تھا اور کھانا حاضر ہونے ہی والا تھا، اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع غنیمت جان کر خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے ان کو توحید کی دعوت کا درس دینا مناسب سمجھا، اور کہا: ابھی کھانا آنے میں کچھ دیر ہے، کھانا

آنے سے قبل میں تم کو تعبیر بتادوں گا، مگر اس سے پہلے تم میری ایک اہم بات سنو، چونکہ حضرت یوسف جانتے تھے کہ اگر انہوں نے تعبیر بتانے کے بعد اپنی دعوت حق کی بات رکھی تو وہ اہمیت سے نہیں سنیں گے، اس لیے انہوں نے حکمت سے کام لیتے ہوئے یہ اسلوب بھی اختیار کیا کہ اپنے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات کہی، اور تعبیر بتانے کے سلسلہ میں یہ کہا کہ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے رب کا انعام ہے، ہم نے ایسے لوگوں کا طریقہ ترک کیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت یوسف نے یہ کہا کہ ہم نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اس طرح ان لوگوں نے صاف طور پر یہ سن لیا کہ حضرت یوسف نے ایمان والوں کا طریقہ اختیار کیا ہے، اور بنیادی طور پر ہر شخص کسی نہ کسی درجہ میں اللہ کو مانتا ہے، البتہ اس کے ساتھ ان چیزوں اور طریقوں کو شامل کر لیتا ہے جو اس کو شرک تک پہنچا دیتے ہیں، اس لیے حضرت یوسف نے اپنی بات میں سرے سے یہ مسئلہ ہی ختم کر دیا اور کہا کہ ان لوگوں سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں جو آخرت کے منکر ہیں، بلکہ میرا تعلق میرے باپ دادا حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام سے ہے، شاید حضرت یوسف کے جیل کے یہ دونوں ساتھی ان دونوں ناموں سے واقف ہوں، اسی لیے حضرت یوسف نے ان کا تذکرہ فرمایا، اس کے بعد صاف الفاظ میں ان کو دعوت توحید دیتے ہوئے فرمایا: ہمارے لیے یہ بات بالکل بھی مناسب نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک کریں، یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ ہم نے شرک چھوڑ کر اللہ کی وحدانیت تسلیم کی، اور لوگوں پر بھی اس کا یہ فضل ہے، مگر اکثر لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے، اس کے بعد فرمایا کہ اے میرے جیل کے ساتھیو! تم خود سوچو کیا بہت سے متفرق مالک بہتر ہوتے ہیں، یا ایک مالک؟ ایک مالک کی تابعداری میں ہر ایک کا فائدہ ہے، یہ بات سمجھانے کی نہیں بلکہ خود سمجھنے کی ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر کس کی عبادت کر رہے ہو، جن چیزوں اور ناموں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ثبوت ہی نہیں، ان کو تم نے کس طرح

شریک بنالیا ہے، جب کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں، ہر بات کا اصل فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، دوسروں کے خیال میں رہ کر تم اپنا وقت برباد نہ کرو، اسی کا حکم ہے کہ تم تنہا اسی کی عبادت کرو، صحیح بات یہی ہے مگر اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔

توحید کی اس تعلیم کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں ساتھیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بیان کی، فرمایا: اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے جس نے شراب نچوڑنے کی بات کہی ہے تو اس کو موقع ملے گا کہ وہ اپنے مالک کے لیے شراب بنا کر پلایا کرے، یعنی جیل سے رہائی کے بعد اس کو دوبارہ وہ منصب مل جائے گا، دوسرا ساتھی جس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے اور چڑیاں اس سے نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں، اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو موت کی سزا ہوگی، اور چڑیاں اس کے سر کو کھائیں گی، چنانچہ عدالت سے دونوں کے معاملہ اسی طرح کا فیصلہ ہوا، حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھتے ہوئے اس شخص سے یہ بھی کہا کہ ذرا بادشاہ کے یہاں ہمارا تذکرہ کرنا کہ ہم بھی بے قصور جیل میں ہیں، حالانکہ ہم اور انسانوں کی طرح حق پر چلنے والے انسان ہیں، لیکن سوئے قسمت کہ شیطان نے اس ساتھی کو یہ بات بھلادی، اور مزید کئی برس تک وہ جیل میں رہے، خلاصی کا حل نہیں نکلا۔

قید خانہ سے دربارِ شاہی تک

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ☆ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ☆وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ☆يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى

www.abulhasanalinadwi.org

النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ☆قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَأَباً فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِيْ سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيْلاً مِّمَّا تَأْكُلُونَ☆ثُمَّ يَأْتِيْ مِن بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيْلاً مِّمَّا تُحْصِنُونَ☆ثُمَّ يَأْتِيْ مِن بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُونَ☆وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِيْ بِهِ فَلَمَّا جَاءهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ☆قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيْزِ الآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَاْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ☆ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّيْ لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ☆ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيَ إِنَّ رَبِّيْ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ☆وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِيْ بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مِكِيْنٌ أَمِيْنٌ☆قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلَى خَزَآئِنِ الأَرْضِ إِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ☆وَكَذَلِكَ مَكَّنِّا لِيُوسُفَ فِيْ الأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ وَلاَ نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ☆وَلَأَجْرُ الآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ﴾ (یوسف:۴۳-۵۷)

(اور بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھارہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور دوسری خشک ہیں، اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ، وہ بولے یہ پریشاں خوابیاں ہیں اور ان خوابوں

کی تعبیر ہم نہیں جانتے، اوران دو (قیدیوں) میں جس کو رہائی ملی تھی جسے ایک زمانے کے بعد یاد پڑا وہ بول اٹھا کہ میں آپ لوگوں کو اس کی تعبیر بتائے دیتا ہوں ذرا مجھے جانے دیجیے، اے یوسف اے صدق مجسم! ہم کو ذرا تعبیر بتایئے ان سات موٹی گایوں کے بارے میں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیوں اور دوسری خشک بالیوں کے بارے میں کہ میں لوگوں کے پاس لے جاؤں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے، انھوں نے کہا تم سات سال مسلسل کھیتی کرتے رہو پھر جو تم کاٹو اس کو بالیوں میں رہنے دو سوائے اس تھوڑے (حصہ) کے جو تم کھاؤ، پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت آئیں گے جو بھی تم نے ان سالوں کے لیے اٹھا رکھا ہوگا وہ سب کھا جائیں گے سوائے تھوڑے (حصہ) کے جو تم محفوظ رکھو گے، پھر وہ سال آئے گا جس میں لوگوں کو خوب پانی ملے گا اور اس میں لوگ (شیرہ) نچوڑیں گے، اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لے کر آؤ پھر جب قاصد ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے بلاشبہ میرا رب ان کی چال سے واقف ہے، بادشاہ نے کہا کہ تمہارا کیا قصہ ہے جب تم نے یوسف سے ان کے نفس کی خواہش کی تھی، وہ بولیں حاشا وکلا! ہمیں تو ان میں کوئی برائی نہ معلوم ہوئی، عزیز کی بیوی کہنے لگی اب تو سچ کھل کر سامنے آہی گیا، میں نے ہی ان کو ان کے نفس کے بارے میں ورغلایا تھا اور وہ بلاشبہ سچے ہیں، (یوسف بولے) یہ میں نے اس لیے کیا کہ وہ (عزیز مصر) جان لیں کہ میں نے چھپ کر ان سے

خیانت نہیں کی اور یہ کہ اللہ دغا بازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا، اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا، نفس تو برائی ہی سکھاتا ہے، ہاں میرے رب کی جو مہربانی ہو جائے بیشک میرا رب بڑی بخشش فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے، اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو لے آؤ میں ان کو اپنا خاص معاون کرلوں پھر جب ان سے بات چیت کی تو کہا کہ آج سے تم نے ہمارے پاس معتبر ہو کر جگہ پالی، انھوں نے کہا مجھے ملک کے خزانوں پر متعین کر دیجیے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں، اور اس طرح یوسف کو ہم نے ملک میں اقتدار عطا کیا کہ وہ جہاں چاہیں رہیں، ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نواز دیتے ہیں اور اچھا کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے، اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لے آئے اور وہ پرہیز گار رہے)

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کی بیوی سے متعلق متہم کیا گیا، جس کی بنا پر ان کو جیل میں ڈال دیا گیا، وہاں سے باعزت رہائی کا اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب نظم فرمایا، وہ نہ صرف یہ کہ بری ہوئے بلکہ ان کو پوری مملکت میں نمایاں مقام حاصل ہوا، اور وہ بادشاہ کے مقرب بن گئے، وہ اس طرح ہوا کہ جن دو ساتھیوں نے اپنی قید کے زمانہ میں حضرت یوسف سے اپنے خوابوں کی تعبیر معلوم کی تھی، ان کی بتائی ہوئی تعبیر بالکل درست نکلی، مگر وہ بادشاہ کے سامنے ان شریف نوجوان (حضرت یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا بھول گیا، البتہ تعبیر کے سو فیصد صحیح صادق ہونے کی وجہ سے اس کو حضرت یوسف علیہ السلام پر غیر معمولی اعتماد ہو گیا تھا، چنانچہ اس کی جیل سے رہائی کے ایک عرصہ بعد معلوم ہوا کہ بادشاہِ مصر نے بھی ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس کی پوری سلطنت میں تعبیر بتانے والا کوئی نہیں ہے، اس نے خیال کیا کہ کیوں نہ یوسف علیہ

السلام ہی سے تعبیر معلوم کرلی جائے، وہ اس معاملہ میں بہت ماہر ہیں، لہٰذا اس نے اپنے ان تمام خیالات کو بادشاہ کے سامنے ذکر کیا اور جیل میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کا خواب بیان کیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مصر میں سات سال تک قحط پڑے گا، اور اس سے قبل سات سال کھیتی ہوگی، حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ تعبیر بیان کی بلکہ اس مصیبت میں واقع ہونے کا حل بھی بیان فرمادیا، اور کہا: جن سالوں میں کھیتی اچھی ہو تو ان سالوں کے اندر بالی کے اندر ہی غلہ رہنے دیا جائے، تمام غلہ استعمال نہ کیا جائے، بلکہ ضرورت بھر کا استعمال ہو، تاکہ جب قحط کے ایام شروع ہوں تو یہ غلہ کام آسکے، خواب کی اس قدر عمدہ تعبیر پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس مصیبت کا حل بھی پیش کردیا گیا، یہ سب باتیں سن کر بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوا بھیجا، اور یہ خیال کیا کہ ایسے ذی علم شخص کو اپنے پاس رکھنا چاہیے، تاکہ اہم امور میں اس سے رجوع کیا جاسکے، چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوایا گیا، تو آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک جیل سے نہیں نکلوں گا، جب تک کہ مجھ پر لگا ہوا الزام دور نہ کردیا جائے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جو الزام عائد ہوا تھا، بادشاہ مصر کو اس کی ذرا بھی خبر نہ تھی، عزیز مصر نے اپنے اختیار سے ان کو جیل میں ڈال دیا تھا، لہٰذا جب بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی، تو بادشاہ نے کہا: معاملہ کی تحقیق کی جائے، عزیز مصر سے حقیقت معلوم کی جائے، اور اگر یہ بے قصور ہیں تو ان کو بری کیا جائے۔

اس واقعہ میں یہ پہلو قابل غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل سے رہائی پر پاکدامنی کے اعلان کو مقدم رکھا، کیونکہ اگر یوں نکل جاتے تو ان کے اوپر بے حیائی کا ایک بدنما الزام باقی رہتا، اور اس بات کا ان کو مکمل یقین تھا کہ جب مسئلہ کی تحقیق کی جائے گی تو وہ بالکل بری الذمہ ثابت ہوں گے، اس لیے انہوں نے اپنی سب سے پہلی مانگ یہی رکھی، پھر جب بادشاہ کے دربار میں پیشی ہوئی، تو عزیز مصر کی

بیوی کو یہ یقین ہوگیا کہ اب وہ چال نہ چل سکی جو چلائی جارہی تھی، لہٰذا اس نے اعتراف کرلیا کہ ہماری ہی غلطی تھی، ان کا کوئی قصور نہیں ہے، اس اعلان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت ظاہر ہوگئی، اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے نبی ہونے کا مکمل طور پر ثبوت دیا، اور خوشی کے موقع پر بھی فخریہ انداز کے غلط جملے زبان سے ادا نہیں کیے، بلکہ عاجزی والا طریقہ اختیار فرمایا، اور کہا: میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا ہوں، نہ ہی اس کے بارے میں خوش فہمی میں ہوں، نہ ہی مجھے یہ دعوی ہے کہ میں برائیوں سے بہت زیادہ بچنے والا ہوں، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بچالیتا ہے، اسی کا فضل ہے کہ میں گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتا، ورنہ میرا اس میں خود کوئی کمال نہیں ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اس رویہ سے بڑی اونچی مثال قائم کی، حالانکہ انسانی نفس انسان سے اس کی برتری کی بات کہلوادیتا ہے، انسان کا نفس ایسے موضوع پر خطرناک کام کرتا ہے، بلاشبہ یہ بہت بڑی بات ہے کہ بدنامی کے جال سے ان کو سرعام براءت حاصل ہوئی، مزید یہ کہ بادشاہ وقت تک ان کا تذکرہ پہنچا اور اس کا قرب نصیب ہوا، اور وہ اس طرح دنیاوی بلندیوں تک بھی پہنچ گئے، مگر اس کے باوجود بھی وہ کسی بھی فخر یا گھمنڈ سے پیش نہیں آئے، بلکہ اپنی عاجزی و تواضع ہی کا اظہار کرتے رہے، اور اس بات کی بھی صراحت کردی کہ ہم نے بھرے دربار میں براءت کا اعلان کرانے کی فرمائش اس لیے کی تاکہ سب لوگ یہ حقیقت جان لیں کہ جب ہم عزیز مصر کے یہاں غلام تھے، تب ہم نے کسی بددیانتی یا خیانت سے کام نہیں لیا، ان کی آبرو پر کسی قسم کا دھبہ نہیں لگایا، بلکہ ہم نے ان کے ساتھ پوری طرح سے حسن سلوک کیا، ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے۔

صالحین کا شعار

سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اس کردار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نبی اور صاحب ایمان کی یہی شان ہوتی ہے، اس کے اندر بے جا فخر یا کبر پیدا نہیں

ہوتا ہے، بلکہ بڑے سے بڑے معاملات میں بھی وہ اپنے نفس کو اچھا نہیں کہتا ہے، ہر معاملہ میں اللہ کا فضل ہی مانتا ہے، درحقیقت یہی انسان کے کمال ایمان والا ہونے کی علامت بھی ہے، قرآن مجید میں اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو بیان کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اس حقیقت کو سمجھ لے کہ انسان کا خالق و مالک اس کو برابر دیکھ رہا ہے، اور اس کو اس نے جو زندگی دی ہے وہ اس کی نیکی اور بدی کو جانچنے کے لیے دی ہے اور وہ اگر اپنے مالک حقیقی کی خوشنودی چاہتا ہے تو اس کو اپنے ہر عمل میں آخرت کے معاملہ کو سامنے رکھنا ہوگا، اور یہ کہ کوئی بھی شخص کتنی ہی عزت و رفعت والا ہو جائے، کتنی ہی شان والا ہو جائے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا بندہ مانے، اللہ کا احسان سمجھے، اپنے کو کمتر سمجھے، یہ یقین رکھے کہ ہم کو جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے، ورنہ ہم اس قابل ہرگز نہیں تھے، لیکن عموماً لوگ اس پہلو کی طرف توجہ نہیں کرتے، بلکہ حاصل ہونے والی کامیابیوں کی نسبت اپنی طرف کرنے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔

بادشاہ کا فیصلہ

جب مصر کے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی غیر معمولی صلاحیت و کردار کھل کر آ گیا اور اس نے یہ دیکھا کہ یہ شخص غیر معمولی فہم و فراست کا حامل ہے، تو اس نے یہ طے کیا کہ ہم ان کو اپنی ذات کے لیے مخصوص کرلیں، ان کو اپنا مشیر کار بنالیں، حکومتی امور میں ایسے افراد کی خاص ضرورت بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو قحط سالی میں مصیبت سے خلاصی پانے کی راہ بتائی اور اس کے حوالہ سے اس مسئلہ کے حل کی اہم ذمہ داری اپنے سر لینے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ آپ ہم کو زمین کے زراعتی و غذائی امور کا ذمہ دار بنادیجئے، گویا وزیر غذا یا وزیر غلہ بنادیجئے، ہم خصوصی طور پر ان کا نظم کریں گے، اور ملک کو اس سلسلہ میں نقصان سے بچانے کی کوشش کریں گے، اور اس سلسلہ میں ہم کو ضرورت کے مطابق

واقفیت بھی حاصل ہے، حضرت یوسف علیہ السلام فلسطین کے رہنے والے تھے، جو کہ بہت شاداب علاقہ ہے، باغات سے گھرا ہوا ہے، اس لیے ان کو اس طرح کے امور میں واقفیت حاصل تھی، لہٰذا بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اس بات کو بسر و چشم قبول کیا، اور ان کو اعلیٰ منصب پر فائز کر دیا۔

انعامات الٰہیہ کی بنیاد

شاہی دربار میں ایک اہم منصب سے سرفراز ہو جانے کے ذکر کے بعد قرآن مجید میں آتا ہے کہ ہم نے اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بلندی عطا کی، اور ان کو مصر کے اندر غلامی سے نکال کر ایک اونچا مقام عطا کیا، تمام اختیارات ان کے ہاتھ میں دے دیئے، انہیں تمام زمینی خزانوں کا مالک بنا دیا، فرمایا کہ ہم اسی طرح اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں، جس طرح چاہتے ہیں دیتے ہیں، قرآن مجید میں واقعات کو جب بیان کیا جاتا ہے تو ان سے عبرت لینے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، تاکہ انسان اچھا انسان بننے کی کوشش کرے، اور اس کا رب اس سے جو چاہتا ہے اس کو اختیار کر کے سرخرو ہو سکے، مختلف انسانوں کے اندر کے احوال کے لحاظ سے ان کو نصیحت کرتا ہے، اس میں یہ بات ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی نوازشات ان کے اعمال کے اعتبار ہی سے کرتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ بندوں کی تمام تر خطاؤں اور گناہوں و نافرمانیوں کے باوجود دنیوی و اخروی رفعتیں انہیں نصیب ہو جائیں، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم اچھا کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے، یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے جو رویہ اختیار کیا تھا، جس تقوی وطہارت اور امانت داری و شرافت کا انہوں نے ثبوت دیا تھا، انہیں اس کا یہ صلہ ملا کہ وہ مصر میں ایک حاکم کی حیثیت سے متعارف ہو گئے اور عند اللہ مقرب و محبوب بھی بن گئے، درحقیقت انہیں لوگوں کے متعلق سورۂ یوسف میں فرمایا گیا کہ ہم اس طرح کے لوگوں کو اس دنیا میں اچھا اجر دیتے ہی ہیں، البتہ آخرت میں بھی ہم اچھا بدلہ دیتے ہیں، گویا آخرت کا اجر نگاہوں

کے سامنے رہنا چاہیے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جب انسان کے سامنے آخرت پر ملنے والے اجر کی طرف نگاہ ہوگی تو وہ ہر کام میں احتیاط برتے گا، صاف ستھری زندگی گذارے گا، جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے دور رہے گا۔

بھائیوں کے ساتھ سلوک

﴿وَجَاء إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُواْ عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ☆وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلاَ تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَاْ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ☆فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلاَ كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلاَ تَقْرَبُونِ☆قَالُواْ سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ☆وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُواْ بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُواْ إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ☆فَلَمَّا رَجِعُوا إِلَى أَبِيهِمْ قَالُواْ يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ☆ قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلاَّ كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَى أَخِيهِ مِن قَبْلُ فَاللّهُ خَيْرٌ حَافِظاً وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ☆ وَلَمَّا فَتَحُواْ مَتَاعَهُمْ وَجَدُواْ بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُواْ يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ذَلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ☆قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ مَوْثِقاً مِّنَ اللّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلاَّ أَن يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ (یوسف: ۵۸-۶۶)

(اور یوسف کے بھائی آئے پھر ان کے پاس پہنچے تو یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو پہچان نہ سکے، اور جب ان کا سامان یوسف نے تیار کرا دیا تو کہا کہ (اب کی مرتبہ) اپنے علاتی بھائی کو بھی میرے پاس

لانا، تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پیمانہ بھر بھر کے دیتا ہوں اور میں ضیافت بھی اچھی کرتا ہوں، پھر اگر تم اس کو نہ لائے تو تمہارے لیے نہ میرے پاس کوئی غلہ ہے اور تم میرے قریب بھی مت ہونا، وہ بولے کہ ہم اپنے باپ کو اس کے بارے میں راضی کرنے کی کوشش کریں گے اور ہم ایسا ضرور کرلیں گے، اور اپنے کارندوں سے انھوں نے کہا کہ ان کی پونجی ان کے سامان میں رکھ دو تا کہ جب وہ اپنے گھر واپس ہوں تو اس کو پہچان لیں، شاید وہ پھر آئیں، پھر جب وہ اپنے والد کے پاس واپس پہنچے تو انھوں نے کہا اے ہمارے ابا جان! ہمارا غلہ بند کردیا گیا ہے تو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجئے تو ہم غلہ لاسکیں گے اور ہم ضرور ان کی حفاظت رکھیں گے، انھوں نے کہا کہ کیا میں اسی طرح ان کے بارے میں تم پر اطمینان کرلوں جس طرح پہلے ان کے بھائی کے بارے میں میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا بس اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے، اور جب انھوں نے سامان کھولا تو اپنی پونجی بھی موجود پائی جو ان کو واپس کردی گئی تھی، بولے ابا جان! اور ہمیں کیا چاہیے یہ ہماری پونجی ہم ہی کو واپس کردی گئی، ہم اور رسد لے آئیں گے اور اپنے بھائی کی نگہداشت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا غلہ زیادہ پائیں گے، یہ غلہ تو آسان ہے، انھوں نے کہا کہ میں ان کو تمہارے ساتھ اس وقت تک ہرگز نہیں بھیج سکتا جب تک تم اللہ کی طرف سے مجھے یہ عہد و پیمان نہ دے دو کہ تم ان کو واپس ضرور لاؤ گے سوائے اس کے کہ تم کسی مشکل ہی میں گھر جاؤ پھر جب انھوں نے ان سے عہد و پیمان کرلیا تو انھوں نے کہا کہ جو باتیں ہم کہتے ہیں وہ اللہ ہی کے سپرد ہیں)

شاہی عہدہ ملنے کے بعد قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے ان کے بھائیوں کا غلہ لینے کے مقصد سے آنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ اس طرح کہ جب پورے ملک میں قحط پڑ گیا، تو تمام لوگوں میں ایک ہلچل مچ گئی، اور تمام علاقوں میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ مصر میں اتنا غلہ ہے کہ دوسرے علاقوں کے ضرورت مند لوگ بھی اپنی ضرورت وہاں سے پوری کر سکتے ہیں، چنانچہ مختلف علاقوں سے لوگوں نے مصر کا رخ کیا، لوگ مصر آتے اور غلہ خرید کر لے جاتے، لیکن مصر والوں نے غلہ دینے میں کفایت سے کام لیا، ایسا نہیں کیا کہ بے حساب یوں ہی تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ ان کے سامنے مکمل سات سال کا مسئلہ تھا، اسی اثناء ایک روز کا قصہ یہ ہوا کہ کنعان کے بھی کچھ لوگ غلہ خریدنے کے لیے آئے، جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہوتے تھے، ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیجا تھا کہ وہاں سے غلہ لے آئیں، اس کے بغیر کام چلنے والا نہیں، چنانچہ جب ان لوگوں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تو وہ فوراً پہچان گئے کہ یہ لوگ ہمارے وہی بھائی ہیں، جنہوں نے ہمارے ساتھ برا سلوک کیا تھا، لیکن وہ لوگ حضرت یوسف کو نہ پہچان سکے، کیونکہ جس وقت انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا تھا، تب وہ چھوٹے تھے، اور اب اس کے بعد کئی مراحل سے گذرتے ہوئے وہ ایک ایسے منصب پر فائز ہو چکے تھے، جس کے بارے میں ان کے بھائیوں نے تصور بھی نہ کیا ہوگا کہ ہمارے یوسف یہی ہو سکتے ہیں، اور ان کو یہ مقام مل سکتا ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو بغیر کسی تردد کے پہچان لیا اور اپنے خادم سے ان کے خاص خیال رکھنے کا حکم دیا، خود بھی اچھے سلوک سے پیش آئے، حضرت یوسف نے ان کے ساتھ ایسا اکرام یوں بھی کیا کہ وہ بھائی ہونے کے لحاظ سے خاندانی طور پر ان کے ہمسر تھے، اور ایک باپ کے بیٹے ہونے کی بناء پر اپنائیت بھی رکھتے تھے، اور مصریوں کے مقابلہ میں شام کے رہنے والوں کی رنگت بھی کچھ صاف ہوتی ہے، ان سب وجوہات

کے پیش نظر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ اچھا معاملہ کیا، اور لوگوں نے یہ یہی سمجھا کہ شاید ان کے بڑے خاندان سے متعلق ہونے کی وجہ سے ایسا کیا جارہا ہے، غرض کہ کچھ دیر بعد ان بھائیوں نے عرض کیا کہ ہم بارہ بھائی تھے، مگر ہمارے ایک بھائی غائب ہوگئے ہیں، اور ایک بھائی مستقل اپنے والد کی خدمت میں ہیں، ان کو کسی بھی وقت وہاں سے ہٹنا مشکل ہے، لہٰذا آپ ان کا بھی غلہ دے دیجئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات ضابطہ کے خلاف ہے کہ ہم اس شخص کا غلہ بھی دے دیں، جس کے بارے میں علم ہی نہیں کہ وہ کون ہے؟ مناسب ہوگا کہ تم اگلی مرتبہ اپنے بھائی کو بھی ساتھ لاؤ، اگر نہیں لائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول رہے تھے، اور غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے، یاد رکھنا اس کے بعد تم کو ذرا بھی غلہ نہیں دیا جائے گا، البتہ ابھی تم ہمارا معاملہ دیکھ ہی رہے ہو کہ کس طرح ہم تم کو بھر بھر کر نواز رہے ہیں، کس قدر تمہارا احترام کررہے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ احترام ظاہری سی بات ہے اس لیے تھا کہ وہ ان کے بھائی تھے، پھر جب ان کے بھائی لوٹنے لگے تو جاتے جاتے کہا کہ ہم اپنے بھائی کو یہاں لانے کی پوری کوشش کریں گے، اپنے والد محترم کو سمجھائیں گے، ان کو راضی کرلیں گے۔

بنیامین کا قصہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی ہونے کی بنا پر ایک طرف ظاہر میں تو یہ رویہ اختیار کیا، دوسری طرف یہ بھی کیا کہ اپنے خادم کے ذریعہ ان کے غلہ میں وہ رقم بھی رکھوادی جس سے انہوں نے غلہ خریدا تھا، یہ اس لیے کیا تاکہ آئندہ آنے کے لیے ان کے پاس پیسے رہیں، ایسا نہ ہو کہ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے غلہ لینے نہ آسکیں اور قحط کی زد میں آجائیں، ان بھائیوں نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر سمجھتے ہوئے ان کے اخلاق کا تذکرہ کیا، اور بتایا کہ انہوں نے اگلی مرتبہ بنیامین کو اپنے ساتھ لانے کی شرط پر آنے کی اجازت دی ہے، اس پر لمحہ بھر تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطمینان نہ ہوا، مگر عزیز مصر سمجھتے ہوئے

ان کے اخلاق کو سن کر انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم پہلے ہمیں کوئی بہت ٹھوس واسطہ دو، اس بات کا کہ تم اس مرتبہ بنیامین کے ساتھ یوسف کی طرح کوئی چال نہیں چلو گے، اوران کو ہر حال میں واپس لوٹا کر لاؤ گے، سوائے یہ کہ قدرتی طور پر ہی کوئی آفت نازل ہو جائے، تو اس پر ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہوگا، تمام بھائیوں نے اپنے والد کی یہ بات تسلیم کی، اور واپس لانے کا پکا وعدہ کیا۔

احتیاطی تدبیر

﴿وَقَالَ يَا بَنِيَّ لاَ تَدْخُلُواْ مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُواْ مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللّهِ مِن شَيْءٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ☆وَلَمَّا دَخَلُواْ مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللّهِ مِن شَيْءٍ إِلاَّ حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ﴾ (یوسف: ٦٧-٦٨)

(اور انھوں نے کہا کہ اے بیٹو! ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ سے تمہیں کچھ بھی نہیں بچا سکتا، اختیار اللہ ہی کا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے، اور جب وہ اپنے باپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق داخل ہوئے، وہ اللہ سے ان کو ذرا بھی بچا نہیں سکتے تھے ہاں یعقوب کے جی میں ایک خواہش تھی جو انھوں نے پوری کی اور وہ ہمارے سکھانے سے صاحب علم تھے، لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے روانگی سے قبل مناسب سمجھا کہ ان کو کچھ ایسی تدابیر بتادی جائیں، جن سے یہ دوسروں کی نگاہِ بد سے محفوظ رہ سکیں اور بحفاظت گھر

واپس آجائیں، یہ اس لیے کہا کہ بسا اوقات کسی کی پسندیدہ صفت سے اُس شخص کو قلبی طور پر گرانی ہوتی ہے جو اس سے محروم ہو، ایسی گرانی کبھی صرف محرومی کے احساس تک رہتی ہے تو نظر لگ جانے کا اثر ہوتا ہے، اور کبھی اپنے سے بہتر دیکھنے کا احساس عداوت تک پہنچ جاتا ہے، اور وہ حسد کی صورت اختیار کر لیتا ہے، حدیث میں آیا ہے:

"العین حق"(۱)

یعنی نظر لگنا بھی ایک حقیقت ہے، اگر چہ ہر موقع پر یہ ضروری نہیں ہے، لیکن احتیاطاً حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ مشورہ دیا کہ جب تم مصر میں داخل ہو تو الگ الگ دروازوں سے الگ الگ داخل ہونا، سب لوگ ایک ساتھ داخل نہ ہونا، تا کہ سب کی نگاہیں تمہاری طرف متوجہ نہ ہو سکیں، ہاں یہ خیال رہے کہ یہ محض میری طرف سے ایک احتیاطی تدبیر ہے، اصل فیصلہ اللہ رب العزت ہی کا ہے، اس کے فیصلہ سے تم کو کوئی تدبیر نہیں بچا سکتی، میرا بھروسہ اللہ پر ہے، اور اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں، ان تدابیر کو ایک وسیلہ سمجھتے ہیں، اور اصل کارسازِ حقیقی اللہ ہی کو جانتے اور مانتے ہیں۔

اس واقعہ سے یہ پیغام بھی دے دیا گیا کہ تدبیر کو سب کچھ سمجھنا درست نہیں، تدبیر اسی وقت کارگر ہو سکتی ہے جب اس میں اللہ کی رضا شامل ہو، ورنہ ہزار تدابیر بھی بے کار ہیں، اسی لیے پسندیدہ بات یہ ہے کہ انسان تدابیر اختیار کرے، مگر بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو مشورہ دیا تھا اس میں یہ بھی کہہ دیا کہ یہ میری رائے ہے، اور قرآن مجید میں اس بات کو اس کے دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے بتایا تا کہ صاحب ایمان بات کے دونوں پہلوؤں کو سمجھے، اسی لیے قرآن مجید کی اگلی آیات میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ ان کو اس تدبیر سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے تسلی قلب کے لیے ان کو بتائی تھی، یہ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الواشمة: ۵۹۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

بھی انسانی فطرت کی بات ہے کہ بسا اوقات اس کو تمام حقائق معلوم ہوتے ہیں، مگر اس کے باوجود بھی وہ بطور احتیاط تدابیر اختیار کرنے کی بات کہتا ہے، تاکہ دل کو تسلی رہے، اور کام بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پاجائے۔

بھائی بنیامین پر الزام کی حقیقت

﴿وَلَمَّا دَخَلُواْ عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّيَ أَنَاْ أَخُوكَ فَلاَ تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ☆ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ☆قَالُواْ وَأَقْبَلُواْ عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ☆قَالُواْ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَاْ بِهِ زَعِيمٌ☆قَالُواْ تَاللّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ☆قَالُواْ فَمَا جَزَآؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ☆قَالُواْ جَزَآؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ☆ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاء أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاء أَخِيهِ كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلاَّ أَن يَشَاءَ اللّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّن نَّشَاء وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ☆قَالُواْ إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِن قَبْلُ فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنتُمْ شَرٌّ مَّكَاناً وَاللّهُ أَعْلَمْ بِمَا تَصِفُونَ☆قَالُواْ يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَباً شَيْخاً كَبِيراً فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ☆ قَالَ مَعَاذَ اللّهِ أَن نَّأْخُذَ إِلاَّ مَن وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِندَهُ إِنَّـا إِذاً لَّظَالِمُونَ☆فَلَمَّا اسْتَيْأَسُواْ مِنْهُ خَلَصُواْ نَجِيّاً قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُواْ أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقاً مِّنَ اللّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ

فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِي وَهُوَ
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ☆ارْجِعُوا إِلَى أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ
سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ
حَافِظِينَ☆وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا
وَإِنَّا لَصَادِقُونَ☆قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ
جَمِيلٌ عَسَى اللّٰهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ
الْحَكِيمُ☆وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَى عَلَى يُوسُفَ
وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ☆ قَالُوا تَاللّٰه تَفْتَأُ
تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضاً أَوْ تَكُونَ مِنَ
الْهَالِكِينَ☆قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ وَأَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ☆ يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ
وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا
الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ (یوسف: ۶۹-۸۷)

(اور جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے قریب ہی رکھا کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں بس جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس پر غم مت کھاؤ، پھر جب انھوں نے ان کا سامان تیار کرادیا تو اپنے بھائی کے سامان میں پینے کا پیالہ رکھوادیا پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ قافلہ والو تم چور ہو، انھوں نے اس کی طرف مڑکر پوچھا تمہاری کون سی چیز کھوگئی، انھوں نے کہا کہ شاہی پیالہ ہمیں نہیں مل رہا ہے اور جو بھی اس کو ڈھونڈ لائے گا اس کو ایک اونٹ بھر (غلہ) ملے گا اور میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں، وہ بولے خدا کی قسم تم جانتے ہی ہو ہم ملک میں گڑبڑ کرنے نہیں آئے اور ہم کبھی چور

نہ تھے، انھوں نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی سزا کیا ہے، وہ
بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں بھی وہ مل جائے وہ خود
اس کا بدلہ ہے، ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں، تو یوسف نے
اپنے بھائی سے پہلے ان کے سامان کی تلاشی لینی شروع کی پھر اپنے
بھائی کے سامان سے اسے برآمد کرلیا، ہم نے اس طرح یوسف کے
لیے تدبیر کی، وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں روک
سکتے تھے مگر جو اللہ چاہے، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بڑھاتے
ہیں اور ہر صاحب علم کے اوپر ایک عالم ہے، وہ بولے کہ اگر اس نے
چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو
یوسف نے اپنے جی ہی جی میں سوچا اور ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا،
کہا تم تو بدترین درجہ کے لوگ ہو اور جو تم بیان کر رہے ہو اللہ اس کو
خوب جانتا ہے، وہ بولے اے عزیز (مصر) ان کے بوڑھے باپ
ہیں بس آپ ہم میں سے کسی کو ان کی جگہ روک لیجیے، ہم دیکھتے ہیں
کہ آپ بڑے احسان کرنے والے ہیں، انھوں نے کہا اس سے خدا
کی پناہ کہ جس کے پاس ہمیں اپنا سامان ملا ہے ہم اس کے علاوہ کسی
اور کو پکڑیں، تب تو یقیناً ناانصاف ٹھہریں گے، پھر جب وہ ان سے
مایوس ہوگئے تو الگ ہو کر چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے، ان میں سب
سے بڑے بھائی نے کہا کہ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے والد تم سے
اللہ کا عہد لے چکے ہیں اور پہلے بھی جو تم یوسف کے ساتھ کوتاہی
کر چکے ہو بس میں تو اس جگہ سے ٹلنے کا نہیں یہاں تک کہ میرے
والد ہی مجھے اجازت دیں یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ کر دے اور وہ
سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، اپنے والد کے پاس لوٹ کر جاؤ

اور کہو اے ابا جان! آپ کے بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی جو ہم جانتے ہیں اور پیٹھ پیچھے کی ذمہ داری تو ہماری تھی نہیں، اور آپ اس بستی والوں سے جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں پوچھ لیجیے اور ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں، کہا (نہیں) بلکہ تم نے اپنی طرف سے کوئی بات بنالی ہے تو صبر ہی بہتر ہے، اللہ سے امید ہے کہ وہ سب کو ہمارے پاس لے آئے گا بلاشبہ وہ خوب جانتا حکمت رکھتا ہے، اور وہ ان کے پاس سے پلٹے اور انھوں نے کہا ہائے افسوس یوسف پر اور غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں تو وہ گھٹ کر رہ گئے، بیٹے بولے کہ خدا کی قسم بس آپ یوسف ہی کی یاد میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ جاں بہ لب ہو جائیں یا جان نکل ہی جائے، وہ بولے کہ میں اپنے رنج و غم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا کچھ سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا اللہ کی رحمت سے منکر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں)

جب سارے بھائی قصر شاہی میں پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع پا کر اپنے بھائی بنیامین سے کہا کہ ہم تمہارے بھائی یوسف ہیں، اب تم پریشان نہ ہونا، اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہماری کیسی مدد کی کہ ہم کیسے سخت خطرہ میں پڑ گئے تھے اور بآسانی تمام مراحل سے گذر کر بلند مقام تک پہنچ گئے، چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے رویہ سے اچھی طرح واقف تھے، جو ان کے بھائیوں نے ان کے بچپن میں والد کو ان سے زیادہ محبت کرتے ہوئے دیکھ کر کنوئیں میں ڈالنے کا طریقہ اختیار کیا تھا، اس لیے ان کو خیال آتا ہوگا کہ یہ بنیامین کو بھی پریشان کرتے ہوں گے اور والد

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت یعقوب علیہ السلام پر کیا کچھ نہ گذرتی ہوگی، اسی لیے ان کو کسی ترکیب سے اپنے پاس روک کر رکھنا چاہا، تاکہ صحیح صورت حال علم میں آجائے اور پھر ان لوگوں کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی معاملہ کرنا آسان ہو۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی بنیامین کے سامان میں بادشاہ کا پیالہ رکھوا دیا، اور پھر اس کے گم ہوجانے کا اعلان کیا، اس پر ہنگامہ برپا ہوگیا، معاملہ اس وقت انہیں حضرات کا تھا، لہٰذا ان پر شبہ کیا گیا، اور سب کے سامان کی تلاشی لی گئی، سب سے آخر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی ہوئی، چوری کے سلسلہ میں وہاں سزا معمولی تھی، اس سزا پر اتفاق ہوا کہ جس کے سامان میں وہ ہوگا وہ خود اس کا بدلہ ہوگا، چنانچہ جب وہ پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو دوسرے بھائی اپنے بچ جانے پر بڑے خوش ہوئے، اور بنیامین کو جو حضرت یوسف کے حقیقی بھائی تھے اور ان کے حقیقی بھائی نہیں تھے، اپنی براءت ظاہر کرنے کے ساتھ عار دلانے سے نہیں چوکے، کیونکہ ان کو یہ نہیں پتہ تھا کہ وہ کس سے بات کر رہے ہیں، اسی لاعلمی میں انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام بھی رکھ دیا، اور کہا کہ اس کے ایک گم شدہ بھائی نے بھی بچپن میں چوری کی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے یہ الزام اس طرح عائد کیا تھا کہ بچپن میں ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی پھوپھی کا کوئی سامان مذاق میں چھپا لیا تھا، اس کو بھائیوں نے چوری قرار دے کر ان کو بھی چور کہہ دیا، اس سے حضرت یوسف سمجھ گئے کہ ان کے حالات نہیں بدلے ہیں، اور یہ اپنی پرانی ہی روش پر قائم ہیں، لیکن بھائیوں پر کچھ ظاہر نہ ہونے دیا، البتہ ان کے بھائی اس طور پر بہت پریشان ہوئے کہ اب ہم ابا کو کیا جواب دیں گے، جن سے ہم وعدہ کر کے آئے تھے کہ ان کو لے جارہے ہیں اور بحفاظت واپس لائیں گے، ایسے موقع پر ان کو اپنی اپنی پرانی بات بھی یاد آئی ہوگی کہ اُس وقت ہم اپنے وعدہ میں جھوٹے ثابت ہوئے تھے، اور پھر اس موقع پر وہی ہو رہا ہے، اس لیے بہت پریشان ہوئے اور طرح

www.abulhasanalinadwi.org

طرح کے عذر تلاشے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اپنے پاس روکنا ہی تھا، اس لیے انہوں نے ان بھائیوں کا کوئی عذر نہ سنا، اور فرمایا کہ اگر تمہارے والد تمہاری بات کو جھوٹ مانیں تو قافلہ والوں سے گواہی دلوا دینا جو اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں، لیکن بنیامین کو ہم تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے، چنانچہ بھائیوں نے واپس جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو ماجرا سنایا، حضرت یعقوب علیہ السلام نبی تھے، کچھ تو وحی کے ذریعہ سمجھ گئے ہوں گے، ورنہ ایسے معاملہ کو سمجھنے کے لیے نبی کی فراست وبصیرت بھی کافی تھی، اس لیے حقیقت کو سمجھنے میں دیر نہ لگی، اور وہ سمجھ گئے کہ ان آزمائشوں کے پیچھے ضرور کوئی راز ہے، اور جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو وہ مصیبت ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ جلد اس مصیبت سے چھٹکارا دے گا اور وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ یوسف بھی ان کو مل گئے ہیں، اور اب وہ جلد خود ان سے مل جائیں گے، اس طرح وہ خواب جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا، اور جسے ان کے والد نے بھائیوں کو نہ بتانے کو کہا تھا اور خود تعبیر سمجھ لی تھی، ان کو وہ تعبیر بھی نظر آنے لگی، اور ایک بے چینی کی کیفیت ہوئی کہ کسی طرح اپنے بیٹے یوسف سے مل لیں، لہٰذا اپنے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ اور یوسف کے بارے میں کوئی سراغ لاؤ، مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ زندہ ہوگا اور وہ ہم سے مل جائے گا، ظاہر ایسا یقین کامل ان کے بیٹوں کو حاصل نہ تھا، اس لیے کہ ان کو پھر حیرانی ہوئی کہ ہمارے والد ماجد عجیب اَنہونی بات کہہ رہے ہیں، مگر پھر بھی انہوں نے ان کی بات پر عمل کیا۔

نوٹ:- اس واقعہ سے یقین کی اہمیت اور اس کی اثر خیزی ظاہر ہوتی ہے کہ اس یقین سے کیسے حیران کن نتائج تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ان کی یاد میں تھا، وہ اس بات کا واضح اشارہ دیتا تھا کہ حالات بدلیں گے، اور سکون وراحت ملے گی، لیکن کب اور کتنا انتظار کرنا ہے، یہ اللہ نے چھپا رکھا تھا، بالآخر انتظار آخری حد تک پہنچ گیا، اور وہ برابر صابر وشاکر رہے، اگرچہ

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی، اسی لیے اپنے لڑکوں سے یوں مخاطب ہوئے کہ جو کچھ تم لوگ بیان کر رہے ہو اس پر صبر کے علاوہ ہمارے لیے اور کیا ہے، اور مدد اللہ ہی سے مانگی جاتی رہے گی، اس کی رحمت سے مایوسی ممکن نہیں ہے۔

صلہ رحمی کی اعلیٰ مثال

﴿فَلَمَّا دَخَلُواْ عَلَيْهِ قَالُواْ يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ☆قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ☆قَالُواْ أَإِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ قَالَ أَنَاْ يُوسُفُ وَهَـذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيِصْبِرْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ☆قَالُواْ تَاللّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ☆قَالَ لاَ تَثْرَيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ☆اذْهَبُواْ بِقَمِيصِي هَـذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيراً وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ☆وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلاَ أَن تُفَنِّدُونِ☆قَالُواْ تَاللّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلاَلِكَ الْقَدِيمِ☆ فَلَمَّا أَن جَاء الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيراً قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ☆ قَالُواْ يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ☆ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيَ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ☆ فَلَمَّا دَخَلُواْ عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُواْ مِصْرَ إِن شَاء اللّهُ آمِنِينَ☆ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّواْ لَهُ سُجَّداً وَقَالَ يَا أَبَتِ هَـذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقّاً وَقَدْ أَحْسَنَ بَيَ إِذْ

أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ☆رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾

(یوسف: ۸۸-۱۰۱)

(پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ اے عزیز (مصر) ہم اور ہمارے گھر والے بڑی تنگی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہم معمولی سی پونجی لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجیے اور ہم پر خیرات کیجیے بیشک اللہ بھی خیرات کرنے والوں کو بہتر بدلہ دیتا ہے، یوسف بول اٹھے کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم نادان تھے، وہ بول پڑے سچ بتایئے کیا آپ ہی یوسف ہیں، انھوں نے کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے، یقیناً جو بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ بہتر کام کرنے والوں کے اجر کو بیکار نہیں کرتا، انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم اللہ ہی نے آپ کو ہم پر ترجیح دی اور ہم ہی خطا کار ہیں، انھوں نے کہا آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، میرے اس کرتے کو لے کر جاؤ بس میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا وہ آنکھوں سے دیکھتے چلے آئیں گے اور تم سب بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ میرے پاس آجانا، اور جب قافلہ چلا تو ان کے والد کہنے لگے کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم مجھے یہ نہ کہو کہ بڑے میاں

سٹھیا گئے ہیں، وہ بولے خدا کی قسم آپ اسی پرانی غلط روش پر قائم ہیں، پھر جب بشارت دینے والا پہنچا اس نے کرتے کو ان کے چہرے پر ڈالا تو ان کی بصارت واپس آگئی، وہ کہنے لگے کہ کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ کی طرف سے میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، وہ بولے اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے بخشش کی دعا کیجیے یقیناً ہم ہی خطا کار تھے، انھوں نے کہا کہ میں آگے تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا بلاشبہ وہ بہت مغفرت کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے، پھر جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھہرایا اور کہا کہ تم سب بمشیت الٰہی اطمینان کے ساتھ مصر میں داخل ہو جاؤ، اور اپنے والدین کو انھوں نے اوپر تخت (شاہی) پر بٹھایا اور وہ سب ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور انھوں نے کہا کہ میرے ابا جان! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے میرے پروردگار نے اس کو سچ کر دکھایا اور اس نے مجھ پر اس وقت بڑا احسان کیا جب اس نے مجھے جیل سے نکالا اور میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان شیطان کے جھگڑا ڈال دینے کے بعد بھی اس نے دیہات سے تمہیں یہاں پہنچا دیا بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے تدبیر سے کر لیتا ہے، بیشک وہ خوب جانتا حکمت رکھتا ہے، اے میرے رب یقیناً تو نے مجھے بادشاہت بخشی اور باتوں کی حقیقت مجھے سکھائی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان اٹھانا اور نیک لوگوں میں شامل فرمانا)

بالآخر ان آزمائشوں کا اختتام ہوا اور حالات سازگار ہوئے، وہ اس طرح کہ جب

www.abulhasanalinadwi.org

یہ لوگ دوبارہ مصر پہنچے اور اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی پریشانی اور تعلق کو دیکھ کر یہ راز کھول دیا کہ میں ہی یوسف ہوں، بس پھر تو ان سب کی خوشی کی انتہاء نہ رہی، البتہ حضرت یوسف نے پچھلی باتوں کو اس لیے یاد دلانا مناسب سمجھا تا کہ بھائیوں کو انابت کی توفیق ہو، جو باعث مغفرت ہوگی اور ایسا ہوا۔

بھائیوں سے ان کے حسن سلوک، شرافت اور بلندی کی وجہ سے ان کو اس بات پر یقین آ گیا، اور اس طرح حضرت یوسف کا یہ حربہ کارگر ہوا اور بھائیوں نے اسی لمحہ اعتراف قصور کیا اور معافی مانگی، چونکہ معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق کا نہیں بلکہ بندوں کا حق بھی تھا، اس لیے حضرت یوسفؑ نے ان کے اعتراف قصور کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ساتھ ایک احسان اور کیا کہ جو کچھ ہوا تھا سب معاف کر دیا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو والد کی تنہائی کی فکر ہوئی تا کہ حقیقی خوشی انہیں دیکھ کر جو حاصل ہونی چاہیے وہ حاصل ہو، اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کو مصر بلوا بھیجا، اور بھائیوں کو اپنی قمیص دے کر ان کے چہرہ پر ڈالنے کو کہا تا کہ ان کی بصارت واپس آ جائے، چنانچہ جب بھائیوں نے اپنے والد کو واپس جا کر تمام قصہ عرض کیا اور وہاں بھی سب نے ایک ساتھ اعتراف قصور کیا اور معافی مانگی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود تو معاف کیا اور اللہ سے بھی ان کے لیے استغفار اس یقین کے ساتھ کیا کہ وہاں سے بھی ان کو معافی مل ہی جائے گی، حاصل بحث یہ کہ اس طرح ایک طویل صبر آزما مرحلہ سے گذرنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خوشخبری ملی کہ ان کے محبوب بیٹے یوسف زندہ ہیں، اور وہ مصر میں ایک اہم عہدہ پر فائز ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کی رخصتی کے وقت والدین اور بھائیوں سمیت سب کو لے کر آ جانے کو کہا تھا، اس لیے بھائیوں نے اس پر عمل کیا، اور خواب میں جو دیکھا وہ پورا ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام تخت حکومت پر ہیں، اور یہ سب ان کے سامنے خوشی اور قدردانی سے جھک گئے، کنوئیں سے تخت حکومت تک کا

سفر اپنے پورے آزمائشی حالات سے گذرنے پر ختم ہوا، اور اس کی حقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ ظاہر ہوئی کہ جو تقوی و احتیاط پر کاربند رہا ہو اور حالات پر صبر و برداشت کا ثبوت دیا ہو، اللہ تعالیٰ ایسے اصحاب ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا، یہ وہ لوگ ہیں جو سخت سے سخت حالات میں بھی صبر و تقوی کا دامن نہیں چھوڑتے ہیں۔

انبیاء کے خواب اور دعا کی تاثیر

انبیاء کے خواب عام لوگوں کے خواب کی طرح نہیں ہوتے، ان کی تعبیر پوری ہونے میں بھلے ہی ایک عرصہ گذر جائے، لیکن اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے، یہی معاملہ دعاؤں کا بھی ہے، کبھی کبھی بڑی مدت گذر جاتی ہے، اور اس کا اثر بعد میں ظاہر ہوتا ہے، یہاں حضرت یوسف کا خواب اور حضرت یعقوب کی دعا دونوں کا ایک مدت کے بعد بڑی اچھی شکل میں ظہور ہوا، اس لیے انسان کو کسی بھی صورت میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے بنی اسرائیل کی تاریخی زندگی کا آغاز ہوا، ان کی انفرادی زندگی اور نبوت سے قبل حالات بہت سخت گذرے، غلام کی حیثیت سے اجنبی ملک مصر پہنچائے گئے اور وہاں وہ ایک غیر ملکی اور اجنبی ماحول میں وہاں کے بڑوں کے خدمت گار کے طور پر پہنچے، اور کم عمر اور کمتر صورت میں بڑھے اور ایک بدنما الزام لگا، اور پھر بے گناہی ثابت ہونے پر عزت و محبت کے مقام پر بحال ہوئے اور اپنے والدین اور بھائیوں کو بلا کر عزت و محبت کے مقام میں شریک کیا، بھائیوں نے حسد کے جذبہ سے ان کو بچپنے میں ہی جنگل پہنچا کر کنوئیں میں ڈال دیا تھا، گویا ختم کر دیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک اہم مثال کے طور پر انسانی زندگی کے مختلف امتحانات سے گذار کر اعلیٰ مقام تک پہنچایا، وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندے اور عظیم نبی تھے، ان میں اللہ تعالیٰ نے موروثی خوبیاں رکھی تھیں، وہ حضرت ابراہیم کے پر پوتے اور مقبول بندے

اور رسول حضرت اسحاق کے پوتے اور مقبول ترین بندے اور رسول حضرت یعقوب کے بیٹے اور بچپنے ہی سے اپنے باپ کے چہیتے تھے، ان کو اللہ رب العالمین کے یہاں مقبولیت حاصل ہوئی، لیکن یہ صرف نسب کی بنا پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی اور اس کی مقرر کردہ تقدیر کی بنا پر بھی ہوا، جب کہ ان کے دیگر بھائیوں کو یہ تقدیر نہیں ملی، تقدیر اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے، لیکن وہ بھی بلا سبب نہیں ہوتا، اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے، جس کی بنا پر اللہ کا یہ فیصلہ ہوتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور مثال یہاں بیان فرمایا اور اصلاً اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، ان کی تسکین اور رہنمائی کے لیے بیان فرمایا اور اس کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو جو اللہ رب العزت کی نصرت کے طالب ہوں ان کی بھی رہنمائی فرمائی، پھر حضرت یوسف اور ان کے خاندان کی تاریخ مصر میں عزت وشہرت اور محبت سے شروع ہوئی، پھر بتدریج مشکل حالات سے گذری اور آخر میں تو آزمائشی دور تک پہنچی پھر مصیبت سے اللہ تعالیٰ نے خلاصی دلائی۔

حضرت یوسف کے حالات میں نبی پر گذرنے والے حالات سے آگاہ کیا گیا ہے، اور ان کے بھائیوں اور ان کی اولاد میں نبی اور ان سے مخالفت کرنے والوں کے حالات سے بطور نصیحت وعبرت حضور ﷺ کو اور بعد میں آنے والوں کو آگاہ کرنے کے لیے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان کیا ہے، حضرت یوسف کے عہد میں بنی اسرائیل کی عزت کے آغاز کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں بنی اسرائیل کی آزمائشوں سے گذرنے کے بعد مصر سے نکلنے اور اپنے وطن واپس پہنچنے کا تذکرہ قرآن مجید کی دوسری سورتوں میں مفصل موجود ہے۔

کلام الٰہی میں نفسیاتی پہلوؤں پر توجہ

قرآن مجید میں جہاں واقعات انسانی کا تذکرہ آیا ہے، وہاں ان کے متعلقین کی نفسیات کا بخوبی اظہار ہوتا ہے، حضرت یوسف کے خواب کو سن کر ان کے والد نے توجہ

www.abulhasanalinadwi.org

دلائی کہ تمہارے بھائیوں کا رشک ہوگا اور وہ تم کو ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہٰذا اپنے خواب کو ان سے پوشیدہ رکھو، حالانکہ حضرت یوسف ابھی بچے تھے، ان سے ان کے بڑے بھائیوں کو ابھی سے بدگمانی کرنے کی کیا ضرورت تھی، لیکن حضرت یعقوب کے ذہن نے انسانی نفس کی اس کمزوری کو محسوس کر کے حفظ ماتقدم کے طور پر یہ اظہار کیا، اسی طرح قصہ کے آخری حصہ میں جب ان کے چھوٹے بھائی بنیامین کو مصر لے جانے کی بات ہوئی تو حضرت یعقوب نے سمجھایا کہ مصر میں الگ الگ داخل ہونا تا کہ نظر بد نہ پڑے۔

اسی طرح حضرت یوسف سے جیل میں ان کے ساتھیوں نے اپنے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے ان کو نصیحت اور وعظ کہنے کا بہتر موقع جانا، لیکن یہ خیال کر کے کہ ان کو خواب کی تعبیر کی جلدی ہوگی اور کھانے کا وقت بھی قریب ہے، اس لیے وعظ سننے میں دل نہ لگے گا، ان کو پہلے سے اطمینان دلا دیا کہ کھانا آنے سے پہلے ہی خواب کی تعبیر بتا دیں گے، اس سے قبل میری یہ بات سن لیں۔

انسانی نفسیات کی ان باریکیوں کو بھی قرآن مجید نے ذکر کیا ہے، حالانکہ واقعہ بیانی میں ان کو چھوڑا جا سکتا تھا، لیکن ان کے ذکر کر دینے سے واقعہ بیانی میں تاثیر بڑھ جاتی ہے اور واقعہ شوق سے سنا جاتا ہے، کیونکہ سامنے والے کے دل میں ایسی کیفیات کبھی کبھی گذرتی ہیں اور وہ ان کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے، اور اپنائیت کا انداز محسوس کرتا ہے۔

ہمارے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن حالات سے گذرے اور خاص طور پر نبی منتخب ہونے کے بعد کہ اس جیسے حالات ان کو اپنے معاصرین کی زندگیوں میں بھی نظر نہیں آئے کہ پیدائش ہوتے ہی والد کو نہیں پایا، اپنے دوسرے معاصرین کو باپ ماں والا دیکھا، اور پھر ماں بھی نہ رہیں اور پھر دادا بھی نہ رہے، ان حالات سے گذرنا ہوا، خیال ہوتا ہوگا کہ کیا خدا ان گذرے ہوئے حالات کو مختلف نہیں کر سکتا تھا، پھر نبی ہونے کے بعد ایک طرف وہ خدا کے منتخب کردہ تھے، اور خدا کی قدرت میں سب کچھ ہے، اہل

خاندان نے جو دشمنی کا رویہ رکھا اور آپ کو برابر جھیلنا پڑا، جو بعض وقت برداشت سے باہر ہو جاتا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ آپ ﷺ کے اس احساس کی تسکین کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے اور قرآن میں دینے کا مطلب قیامت تک آنے والے سب مؤمنین کو بتانا ہے کہ اللہ کے یہاں مقرب بننے پر یہ نہ سمجھا جائے کہ دنیا کی کلفتوں سے نجات دے دی جاتی ہے، البتہ حفاظت ضرور ہوتی ہے، سورۂ والضحیٰ میں ان دونوں باتوں کا واضح اشارہ ملتا ہے۔

شخصیات وقوموں کے تذکرے کا مقصد

قرآن مجید میں اشخاص اور قوموں کے حالات کا تذکرہ دراصل اس بات سے واقف کراتا ہے کہ انسانوں کو اس دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے یہ بات ملحوظ رکھنا ہے کہ ان کو بلا وجہ نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ان کے لیے ضابطہ حیات بنایا گیا ہے، اس پر چلنے اور نہ چلنے کا موقع دیا گیا ہے، اس پر چلنا اطاعت اور نیکی ہے اور نہ چلنا نافرمانی اور معصیت ہے، جس پر جزا وسزا ہوتی ہے، اور انبیاء کو حسب ضرورت مبعوث کیا جاتا رہا ہے تاکہ وہ بتائیں اور اپنی زندگی سے عملی مثالیں پیش کریں، فرمانبرداری اور نافرمانی کی مثالیں پیش کرنے کے لیے ان کو سخت اور نرم حالات سے گذارا گیا ہے تاکہ نمونہ سامنے آئے، ان کے حالات ذاتی اور شخصی معاملات کے بھی ظاہر کیے گئے اور بحیثیت رسول و نبی کے ان کی قوموں کے قومی معاملات کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی بھی بطور مثال ظاہر کی گئی، قومی سطح پر خاص طور پر بنی اسرائیل کے معاملات اور حالات ظاہر کیے گئے تاکہ یہ امت اور اس کے مختلف زمانوں میں اور اس کی معاصر قوموں کے حوالہ سے حالات کے لیے مثالیں پیش کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی اطاعت گذاری اور فدائیت کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبیوں کا معلم وسردار بنا دیا اور فرمایا: ﴿إِنِّـي جَـاعِـلُكَ لِـلنَّاسِ إِمَاماً﴾ کہ میں تم کو تمام انسانوں کا مقتدا اور اور سردار بناتا ہوں،

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے دریافت کیا کہ میرے آنے والے افراد بھی؟ فرمایا: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ کہ زیادتی کرنے والوں کو یہ ذمہ داری نہیں ملے گی، چنانچہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں دونوں مثالیں دکھائی گئیں کہ بیٹے پوتے پرپوتے اور بعد کے لوگوں میں بھی متعدد اشخاص نبوت کے مقام کے لیے منتخب ہوئے، ان میں پرپوتے حضرت یوسف اور ان کے والد حضرت یعقوب نبی اور دادا حضرت اسحاق نبی ہیں، البتہ حضرت یوسف کے بھائیوں کو یہ فضل نہیں ملا جو بنی اسرائیل کہلائے، ان میں دونوں طرح کی شخصیتیں ہوئیں، اس طرح بنی اسرائیل کے دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں بطور مثال آیا ہے، اس کے آغاز میں حضرت یعقوب وحضرت یوسف اوران کے بھائیوں کا تذکرہ ہے، یہ ان کا مصر میں منتقل ہونے کا دور ہے۔

حضرت یوسف کے والد حضرت یعقوب کو اپنے بارہ بیٹوں میں آخری دو بیٹوں حضرت یوسف اور حضرت بنیامین سے زیادہ محبت تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس محبت کا کہ جو آسمانی سطح کا عمل تھا امتحان لیا اوران کو سخت حالات سے گذارا، حضرت یوسف کے بھائیوں کی طرف سے حضرت یوسف سے حسد کے احساسات اس درجہ تک پہنچے کہ انھوں نے ان کو مارنے کا فیصلہ کرڈالا، جو کہ بہت برا انسانی عمل تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بھی ظاہر کی، اسی کے ساتھ یہ مثال بھی ظاہر کی گئی کہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے، انسانی جذبات کی بنا پر نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوتے۔

حضرت یوسف کو نبی قرار دینے پر ان مراحل سے گذارا گیا، جن میں ان کی تربیت بھی تھی اوران حالات میں منتخب نبی کے حالات کی مثال بھی ہے، ان حالات کے تذکرہ سے اس بات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ نبی بھی اپنی اعلیٰ خصوصیات کے باوجود انسان ہے، انسانی خدمات واحساسات رکھتا ہے اور اس سلسلہ میں اسے صبر کے مواقع سے گذرنا پڑتا ہے، اور وہ ان کو اللہ رب العزت کی خوشنودی کے جذبہ سے پار کرتا ہے۔

﴿ذَلِكَ مِنْ أَنبَاء الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُواْ أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ☆وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ☆ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلاَّ ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ☆وَكَأَيِّن مِّن آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ☆وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّهِ إِلاَّ وَهُم مُّشْرِكُونَ☆أَفَأَمِنُواْ أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لاَ يَشْعُرُونَ☆قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ☆وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلاَّ رِجَالاً نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَى أَفَلَمْ يَسِيرُواْ فِي الأَرْضِ فَيَنظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَواْ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ☆حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّواْ أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُواْ جَاءهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَن نَّشَاء وَلاَ يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ☆لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُوْلِي الأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثاً يُفْتَرَى وَلَـكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾(یوسف: ۱۰۲:۱۱۱)

(یہ ڈھکی چھپی وہ باتیں ہیں جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب انھوں نے سازش کر کے اپنا فیصلہ پختہ کر لیا تھا، اور آپ خواہ جتنا بھی چاہیں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں، اور آپ اس پر ان سے کوئی اجرت تو مانگتے نہیں وہ تو دنیا جہان کے لیے نصیحت

ہے، اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں کہ جن سے وہ آنکھ بند کر کے گذر جاتے ہیں، اور ان میں اکثر لوگ اللہ پر ایمان لاتے بھی ہیں تو ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں، کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے کہ اللہ کے عذاب میں سے کوئی آفت ان کو گھیر لے یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ احساس بھی نہ رکھتے ہوں، کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اور میری راہ چلنے والے سمجھ بوجھ کر اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ کی ذات پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں، اور ہم نے آپ سے پہلے جن کو بھی بھیجا وہ بستیوں کے رہنے والے کچھ انسان ہی تھے، ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے، تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے یقیناً بہتر ہے، کیا اب بھی تم نہیں سمجھتے، یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہونے لگے اور (مشرکین نے) سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹ کہا گیا بس (اسی وقت) ہماری مدد آ پہنچی تو جس کو ہم چاہتے ہیں بچا لیا جاتا ہے اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ٹالا نہیں جا سکتا، ان کے واقعات کے بیان میں ہوش مندوں کے لیے ضرور عبرت ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو گڑھ لی گئی ہو البتہ گزشتہ کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی وضاحت ہے اور اہل ایمان کے لیے ہدایت ورحمت ہے)

حضرت یوسف علیہ السلام کا مکمل قصہ بیان کرنے کے بعد امت مسلمہ کو کچھ پیغامات دینے پر اس سورہ کا اختتام ہوا، اور یہ واضح کر دیا کہ اخروی ترقی کی راہ میں دنیا کے اندر مختلف قسم کے حالات آئیں گے، لہٰذا کامیاب لوگ وہ ہیں جو ایمان وتقوی کے ساتھ استقامت کا مظاہرہ کریں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کی مشابہت

قرآن مجید دینی رہنمائی اور تلقین حق کا موضوع رکھنے کے ساتھ ذہنوں کی اعلیٰ پیمانہ پر تشکیل کا کام انجام دیتا ہے، اور انسانوں میں جس شخصیت کو نبی کی سطح عطا کی جاتی ہے اس کو بچپنے ہی سے مشکل حالات سے گذارا جاتا ہے، اور اس کی زندگی میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کے حل کی صلاحیت بھی اس کو عطا کی جاتی ہے، اور اس کے لیے موقع موقع سے اطمینان دلایا جاتا ہے کہ کیسے ہی مشکل حالات پیش آئیں انجام کار انشاء اللہ اچھا ہوگا، اور اس کے لیے وحی کے ذریعہ ہمت دلائی جاتی ہے، اور قرآن کریم کے مؤثر اسلوب بیان سے تقویت دی جاتی ہے اور اس کے لیے قرآن مجید میں سابقہ انبیاء کے واقعات کے وہ حصے جو دل کو تقویت دیتے ہیں بیان کیے گئے ہیں کہ ان پر اپنے کو قیاس کر سکیں، اور اس سلسلہ میں حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ کے واقعات کو نسبتاً تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، ان کے حالات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مختلف موقعوں کی مشابہت ملتی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں نے جو رویہ اختیار کیا تھا اور ان کو جان سے ختم کر دینے کے درپے ہوگئے تھے وہی صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں سے پیش آئی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا گیا تھا، کئی سال اس میں بیچارگی کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قریبی عزیزوں کے ساتھ شعب ابی طالب میں بند کر دیا گیا تھا، تین سال اس تنگی اور بے چارگی میں گذرے، قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے قبل بہت محبت ولحاظ کا اظہار کیا، آپ کی صاحبزادیوں کو آپ کے چچا ابولہب کے لڑکوں سے رشتہ نکاح حاصل ہوا، لیکن نبوت ملنے کے بعد دشمنی کا رویہ اختیار کیا گیا، آپ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی گئی، اور وہی ابولہب آپ کا سخت دشمن بن گیا، اسی طرح کا واقعہ حضرت یوسف کے ساتھ پیش آیا، ان کو عزیز مصر کے گھر میں عزت سے رکھا گیا، لیکن وہاں کی خاتون کی گناہ کی فرمائش پوری نہ کرنے پر ان کے ساتھ دشمنی کا معاملہ کیا گیا، حتی کہ جیل بھیج دیا گیا،

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت یوسف نے صبر کا ثبوت دیا، اور جیل میں بھی اپنی نیکی اور دعوت وتبلیغ کی خدمت ترک نہیں کی، پھر کئی برسوں کے صبر کے بعد ان کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور وہاں ان کو عزت کے ساتھ قبول کرلیا گیا، اور شاہانہ مقام عطا ہوا، حضور ﷺ کو بھی قریش کی ساری دشمنیوں کے بعد بالآخر مکہ بلا لڑے فتح کرنے کا موقع ملا اور قریش کے وہ سب دشمن تابعدار بننے پر مجبور ہوئے اور آپ نے ان کو اس طرح معاف کیا جس طرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا، واقعات کی اس مشابہت کو قرآن مجید نے بڑے دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے، تاکہ آپ ﷺ کے لیے تقویت کا باعث بنے، اور اسی کے ساتھ عربوں کے لیے جنہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ خوب دشمنی کی تھی پھر اب وہ آپ کی تابعداری پر مجبور ہوئے، اور آپ ﷺ کو شاہانہ سطح پر وہاں کا سربراہ تسلیم کیا گیا، قرآن مجید نے اپنے قصہ یوسف سے عربوں کو بھی آگاہ کیا اور بتایا کہ آپ نبی ہیں اور نبی اسی طرح اولاً پریشان کیا جاتا ہے پھر انجام کار ان کو سربلندی ملتی ہے اور ستانے والے شرمندہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت سے سخت حالات سے گذارا، پھر اللہ نے ان کو بلندی اور کامیابیاں عطا فرمائیں، یہاں تک کہ دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتیں ان کے زیر قدم آگئیں، اور طائف کے سخت امتحانی حالات سے گذرنے پر معراج کا انعام ملا، اور پھر بدر کی فتح اور حدیبیہ کی باطنی فتح اور فتح مکہ وغیرہ اسی ایمان ویقین اور صبر واستقامت کا نتیجہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے شروع دور ہی سے سخت حالات کا سامنا کیا اور آپ کے نہایت قریبی لوگ ہی آپ کی جان کے دشمن بن گئے، اس عداوت کی شدت اس حد تک تھی کہ جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان کو بھی سخت حالات سے گذرنا پڑا، اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ دشمنوں نے آپ ﷺ پر اور آپ کے گھر والوں اور آپ کے اصحاب پر عرصہ حیات اتنا تنگ کردیا کہ آپ کو اپنا محبوب وطن چھوڑنا پڑا، لیکن ان تمام مراحل میں آنحضرت ﷺ نے صبر واستقامت کا غیر معمولی مظاہرہ فرمایا، اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے حالات سازگار کردیے اور فتح مکہ کا موقع آیا تو آپ ﷺ نے ان تمام دشمنی رکھنے

والوں کو بغیر کسی دارو گیر کے معاف کردیا، اور مختلف طریقوں سے دشمنان اسلام کے لیے قبول اسلام کی راہیں ہموار کردیں، بلاشبہ آنحضرت ﷺ کا یہ وہ اخلاق عظیم ہے جس کا گواہ خود قرآن مجید ہے، ارشاد الٰہی ہے؛

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم: ٤)

(اور یقیناً آپ اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں خاص طور پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب واہل بیت کے لیے بڑا ہی تسلی کا سامان ہے، دوسری طرف یہ پہلو بھی اہمیت کا حامل ہے کہ بنی اسرائیل کے اسلاف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت یوسف علیہ السلام تک اور ان کے بعد تک ایسے انبیاء ہوئے جنہوں نے دعوت کا کام اور طاعت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں، اور اس پر ان کو دوسری قوموں پر فوقیت دی گئی، پھر بعد کے دور میں ان میں عجب اور احساس برتری اور گناہوں کا ارتکاب ایسا پیش آنے لگا کہ پھر ان کو سزا دی گئی، اور یہ بتا دیا گیا کہ حسب نسب اور اپنے بڑوں کی نسبت کو سب کچھ سمجھنا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ چیز ایمان اور طاعت کے ساتھ فائدہ پہنچاتی ہے، اس کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ اسراء کے شروع کی آیتوں میں کیا گیا ہے، اور دوسرے موقعوں پر بھی جیسا کہ صاف ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ١٣)

(بلاشبہ اللہ کے یہاں تم میں سے بڑا عزت دار وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہو)

امت مسلمہ کو ان تمام حقائق سے بطور خاص سبق لینے کی ضرورت ہے، اس بات کا امکان ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ قربانی دینے والے افراد یعنی صحابہ اور صحابیات سے انتساب رکھنے والوں کے اندر بھی یہ بات پیدا ہو جائے، اس لیے کسی کو بھی اس سلسلہ میں عجب اور غرور پیدا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس شرف پر اور زیادہ عاجزی اور عبدیت کی شان پیدا ہو کر انابت کا حال بڑھانا چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

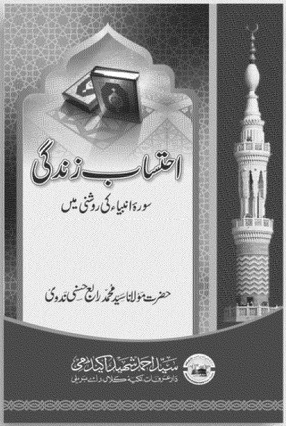

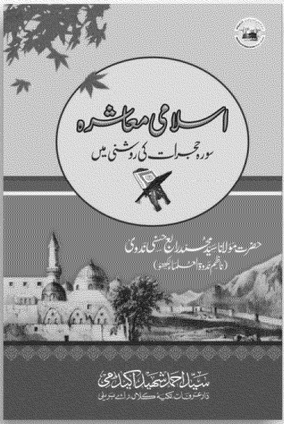

Sayyid Ahmad Shaheed Academy
Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001
website: www.abulhasanalinadwi.org Mob.: 9919331295
Designed at Dare Arafat (Mohammad Makky)